تقویۃ الایمان

(باللغة الأردية)

تالیف

شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ

نظر ثانی

عطاء الرحمٰن ضیاء اللہ

طباعت واشاعت

دفتر تعاون برائے دعوت وتوعیۃ الجالیات ربوہ، ریاض

مملکت سعودی عرب

ایڈیشن ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء

تمام حقوق برائے سائٹ دارالاسلام محفوظ ہیں.

اس کتاب کی عبارت کو بغیر کسی ترمیم وتبدیلی اور امانت ودیانت کی شرط
کے ساتھ نقل کرنے کی اجازت ہے.

کسی قسم کے سوال یا تصحیح یا تجویز کے لیے درج ذیل سائٹ پر مراسلت کریں:

www.islamhouse.com

۲۳۷۸

۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء

دفتر تعاون برائے دعوت وتوعیۃ الجالیات، ربوہ

ٹیلیفون: ۴۴۵۴۹۰۰-۴۹۱۶۰۶۵

انٹرنیٹ سائٹ کا پتہ:

www.islamhouse.com

١٤٢٩هـ-٢٠٠٨م

جميع الحقوق محفوظة

ويحق لمن شاء أخذ ما يريد من هذه المادة بشرط الأمانة فى النقل وعدم التغيير فى النص المنقول، والله الموفق.

لأى سؤال أو اقتراح أو تصحيح يرجى مراسلتنا من الموقع التالى:

www.islamhouse.com

المكتب التعاونى للدعوة وتوعية الجاليات بالربوة

هاتف: ٤٤٥٤٩٠٠ – ٤٩١٦٠٦٥

عنوان الموقع:

www.islamhouse.com

فہرست مضامین

موضوع	صفحہ
مقدمہ	۱۱
تمہید	۳۵
پہلا باب: توحید کا بیان	۴۰
عوام کی بے خبری	۴۰
شرک کے کام	۴۰
دعوی ایمان کا، کام شرک کے	۴۱
قرآن کا فیصلہ	۴۱
اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں	۴۲
اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہیں	۴۳
اللہ کے سوا کوئی کارساز نہیں	۴۴
شرک کی حقیقت	۴۵
دوسرا باب: شرک کی قسمیں	۴۷
۱-علم میں شرک	۴۷
۲-تصرف میں شرک	۴۸

موضوع	صفحہ
۳-عبادت میں شرک	۴۸
۴-روزمرہ کے کاموں میں شرک	۵۰
تیسرا باب: شرک کی برائی- توحید کی خوبیاں	۵۳
شرک معاف نہیں ہوسکتا	۵۳
شرک کی مثال	۵۴
شرک سب سے بڑا عیب ہے	۵۵
توحید ہی راہ نجات ہے	۵۶
اللہ تعالیٰ شرک سے بیزار ہے	۵۶
ازل میں توحید کا اقرار	۵۷
شرک سند نہیں بن سکتا	۶۰
بھول کا عذر قبول نہ ہوگا	۶۱
رسولوں اور کتابوں کی بنیادی تعلیم	۶۲
توحید اور مغفرت	۶۴
چوتھا باب: شرک فی العلم کی تردید	۶۷
علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کو ہے	۶۸
علم غیب کا مدعی جھوٹا ہے	۶۸
غیب کی باتیں	۷۰

موضوع	صفحہ
اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو	۷۲
نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ ہے	۷۳
انبیاء کا اصل کام	۷۴
انبیاء غیب داں نہیں	۷۴
علم غیب کے متعلق ارشادات نبوی ﷺ	۷۵
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد	۷۶
پانچواں باب: شرک فی التصرف کی تردید	۷۸
نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے	۷۹
اللہ کے سوا کوئی رازق نہیں	۷۹
صرف اللہ تعالیٰ کو پکارو	۸۰
بلا اذن شفاعت نہیں	۸۱
شفاعت کی قسمیں	۸۲
''شفاعت وجاہت''، ممکن نہیں	۸۳
''شفاعت محبت''، ممکن نہیں	۸۴
''شفاعت بالاذن''	۸۵
صراط مستقیم	۸۷
اللہ سب سے نزدیک ہے	۸۹

موضوع	صفحہ
صرف اللہ پر بھروسہ کرو	۹۰
قرابت کام نہیں دے سکتی	۹۲
چھٹا باب: عبادات میں شرک کی حرمت	۹۵
عبادت کی تعریف	۹۵
عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے	۹۵
سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے	۹۶
غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے	۹۷
شعائر اللہ کی تعظیم کی جائے	۹۸
غیر اللہ کے نام کی چیز حرام ہے	۱۰۰
حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے	۱۰۱
من گھڑت نام شرک ہیں	۱۰۲
خودساختہ رسمیں شرک ہیں	۱۰۳
لوگوں کو تعظیماً سامنے کھڑا رکھنا ممنوع ہے	۱۰۴
بتوں اور تھانوں کی پوجا شرک ہے	۱۰۴
ذبح لغیر اللہ لعنت کا باعث ہے	۱۰۶
قربت قیامت کی علامتیں	۱۰۶
تھان پوجا بدترین لوگوں کا کام ہے	۱۰۸

موضوع	صفحہ
بتوں کا طواف	۱۱۱
ساتواں باب: رسم ورواج میں شرک کی حرمت	۱۱۲
شیطان کی وسوسہ اندازی	۱۱۲
اولاد کے سلسلہ میں شرک کی رسمیں	۱۱۴
کھیتی باڑی میں شرک کی رسمیں	۱۱۶
چوپایوں میں شرک کی رسمیں	۱۱۶
حلال وحرام میں اللہ پر افتراء	۱۱۸
ستاروں میں تاثیر ماننا شرک ہے	۱۱۹
نجومی، ساحر اور کاہن کافر ہیں	۱۲۰
نجوم اور رمل پر اعتقاد کا گناہ	۱۲۱
شگون اور فال کفر کی رسمیں ہیں	۱۲۲
اللہ کو سفارشی نہ بناؤ	۱۲۶
اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پیارے نام	۱۲۹
اللہ کے نام کے ساتھ کنیت نہ رکھو	۱۳۰
صرف ماشاء اللہ کہو	۱۳۱
غیر اللہ کی قسم شرک ہے	۱۳۱
نذروں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ	۱۳۳

موضوع	صفحہ
اللہ کو سجدہ اور پیغمبر علیہ السلام کی تعظیم	۱۳۴
کسی کو اپنا بندہ اور بندی کہنا جائز نہیں	۱۳۶
تعظیم رسول ﷺ کے متعلق اسوۂ حسنہ	۱۳۷
لفظ ''سید'' کے دو معنی	۱۴۰
تصویر کے متعلق ارشادات نبوی ﷺ	۱۴۱
پانچ سخت ترین گناہ	۱۴۲
اپنے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد	۱۴۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

تقویۃ الایمان کے مصنف شاہ محمد اسمٰعیل رحمہ اللہ، شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کے اکلوتے فرزند، شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی کے پوتے، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث، شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ محدث اور شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ محدث کے بھتیجے تھے۔ پاک و ہند کی وسیع سرزمین میں علم و فضل، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ و ارشاد، تجدید دین، احیاء اسلامیت اور اصلاح امت کی ایسی بلند نسبتیں شاید ہی کسی کے حصے میں آئی ہوں جن سے شاہ اسمٰعیل رحمہ اللہ مشرف ہوئے اور ایسی گراں بہا میراث بھی بہت کم لوگوں کو ملی ہوگی۔ شاہ اسمٰعیل رحمہ اللہ نے ان نسبتوں کی بلندی اور اس میراث کی گراں بہائی نہ محض قائم رکھی بلکہ عملاً ان کی زینت و زیبائی بدرجہا درخشاں تر بنائی۔

شاہ اسمٰعیل رحمہ اللہ مستند روایت کے مطابق ۱۲؍ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ (۲۶؍اپریل ۱۷۷۹ء) کو پیدا ہوئے۔ گویا اپنے پیر و مرشد امیرالمومنین سید احمد بریلوی رحمہ اللہ سے کم و بیش سات سال بڑے تھے۔ والدہ ماجدہ کا نام بی بی فاطمہ رحمہا اللہ تھا۔[1]

---

[1] میر شہامت علی نے ''تقویۃ الایمان'' کے انگریزی ترجمے کے دیباچے میں شاہ شہید کی تاریخ ولادت ۲۸؍شوال ۱۱۹۵ھ لکھی ہے اور آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فضیلت النساء (بنت مولوی علاء الدین پھلتی) بتایا ہے۔ بلاشبہ شاہ صاحب کی ننھیال پھلت ہی میں تھی اور ان کی ہمشیرہ بی بی رقیہ کی پہلی =

تعلیم وتربیت

شاہ صاحب نے ابتدائی تعلیم والد ماجد سے پائی۔ آٹھ سال کی عمر میں حافظ قرآن بن گئے۔ ۱۶/رجب ۱۲۰۳ھ (۱۲/اپریل ۱۷۸۹ء) کو شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ نے وفات پائی، جب شاہ شہید صرف دس برس کے تھے۔ تینوں اعمام کرام (شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ، شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ اور شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ) یتیم بھتیجے کو آغوش محبت میں لینے کے لئے یکساں تیار تھے۔ لیکن رسماً یہ ذمہ داری شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے اٹھالی، جن کی اپنی اولاد میں صرف ایک لڑکی تھی۔ شاہ اسمٰعیل رحمہ اللہ نے درسی کتابیں انہی سے پڑھیں۔ تمام مروجہ علوم میں وہ درجہ حاصل کرلیا جو ان کے عہد میں تعلیم وتدریس کا آخری درجہ سمجھا جاتا تھا۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے حدیث کی سند لی اور ۱۵، ۱۶/سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔

سرسید احمد خان رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق ابتدا میں استغنا کا یہ عالم تھا کہ یاد ہی نہ رہتا تھا سبق کہاں سے شروع ہوگا، کبھی اصل مقام سے بعد کی عبارت شروع کر دیتے۔ شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ ٹوکتے تو جواب میں کہہ دیتے کہ مطلب سہل سمجھ کر نہ پڑھا۔ شاہ عبدالقادر متروکہ حصے میں کچھ پوچھتے تو شاہ شہید ایسی تقریر فرماتے کہ سب لوگ سن کر

= شادی پھلت ہی میں ان کے ماموں کے بیٹے مولوی کمال الدین سے ہوئی، لیکن شاہ صاحب کی تاریخ ولادت اور والدہ ماجدہ کے نام سے متعلق مستند بیان وہی ہے جو متن میں درج ہوا۔ میر شہامت علی کی روایت کا ماخذ ہمیں معلوم نہ ہوسکا۔ انہوں نے شاہ صاحب کے حالات میں اور بھی کئی باتیں ایسی درج کر دی ہیں جو صحیح نہیں۔

حیران رہ جاتے۔ کبھی اصل مقام سے پیشتر سبق کا آغاز کر دیتے۔ شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ متنبہ فرماتے تو شاہ شہید رحمہ اللہ ایسے شبہات وارد کر دیتے کہ فاضل استاد کو بھی ان کے جواب میں خاص توجہ مبذول کرنا پڑتی۔

غیر معمولی ذکاوت کی دھوم شہر بھر میں تھی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد لوگ امتحاناً برسرراہ سوالات کر دیتے۔ خیال یہ ہوتا کہ کتاب پاس نہیں، اس لئے شافی جواب نہ دے سکیں گے لیکن شاہ شہید بے تامل تقریر شروع کر دیتے اور مسئلے کی ایسی تشریح فرماتے کہ پوچھنے والے کو اپنی جرأت پر خجالت ہوتی۔

مولانا محمد خان عالم مدراسی رحمہ اللہ نے مولانا سیّد محمد علی رام پوری رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق لکھا ہے کہ شاہ شہید عالم متبحّر اور حافظ قرآن تھے۔ تیس ہزار حدیثیں ان کی نوک زبان پر تھیں۔[1]

سیّد صاحب رحمہ اللہ کی بیعت

شاہ شہید رحمہ اللہ کے علم و فضل کی شہرت اگر چہ عام تھی، لیکن اس کے ساتھ طبیعت میں اک گونہ بے پروائی پائی جاتی تھی۔ یعنی انہوں نے کوئی مستقل مشغلہ اختیار نہ کیا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ خاندان میں جن مشاغل کا رواج تھا انہیں وہ مقاصد اصلاح کے لئے کافی نہ سمجھتے تھے اور کوئی نیا مشغلہ پیش نظر نہ تھا۔ یا یہ سمجھ لیجئے کہ وہ اپنے دل میں ایک لائحہ عمل کا فیصلہ کر چکے تھے اور رفقاء و معاونین کی تلاش میں متوقف تھے۔ یہ حالت تھی کہ

[1] تنبیہ الضالین عن طریق سید المرسلین قلمی نسخہ نمبر: ۱۶

۱۲۳۴ھ (۱۸۱۹ء) میں امیر المومنین سیّد احمد بریلوی رحمہ اللہ، نواب امیر خاں والیِ ٹونک کی رفاقت چھوڑ کر راجپوتانہ سے دہلی پہنچے اور اکبر آبادی مسجد میں مقیم ہوئے۔ پہلے محمد یوسف پھلتی نے جو غالبًا شاہ ولی اللہ کے بھائی شاہ اہل اللہ رحمہ اللہ کے پوتے تھے، پھر شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے داماد مولانا عبدالحیٔ رحمہ اللہ نے اور ان کے بعد شاہ شہید نے سیّد صاحب سے بیعت کی۔ اسی وقت سے شاہ شہید کی زندگی بالکل بدل گئی۔ وہ رات دن اصلاح وارشاد میں مصروف رہنے لگے۔ سہ شنبہ اور جمعہ کو شاہی مسجد میں بالالتزام وعظ فرماتے۔ سرسیّد نے لکھا ہے کہ نماز جمعہ کے لئے لوگ اس کثرت سے آنے لگے جیسے عیدین کی نمازوں میں آتے تھے۔ سامعین کا شمار نہ ہوسکتا تھا۔ وعظ کا طریقہ ایسا تھا کہ جو کچھ فرماتے دلوں میں پیوست ہو جاتا۔ اگر کسی بات پر کوئی خلش پیدا بھی ہوتی تو آگے چل کر بالکل رفع ہو جاتی۔ احیائے سنت اور ردِ شرک و بدعت' وعظوں کا خاص موضوع ہوتا۔ یہی دور تھا جس کے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے ''تذکرہ'' میں تحریر فرمایا:

''دعوت و اصلاح امت کے جو بھید پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں دفن کر دیے گئے تھے، اب اس سلطان وقت اور سکندر اعظم کی بدولت شاہجہان آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ان کا ہنگامہ مچ گیا اور ہندوستان کے کناروں سے بھی گزر کر نہیں معلوم کہاں کہاں تک چرچے اور افسانے پھیل گئے۔ جن باتوں کے کہنے کی بڑوں بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی وہ اب برسر بازار کی جارہی اور ہورہی تھیں اور خون

شہادت کے چھینٹے حرف و حکایت کے نقوش صفحہ عالم پر ثبت کر رہے تھے۔‘‘ [1]

سفر حج

شوال ۱۲۳۶ھ (جولائی ۱۸۲۱ء) میں امیر المومنین سیّد احمد رحمہ اللہ نے حج کا قصد کیا۔ سمندری سفر میں متوقع ہلاکت کی بنا پر مختلف علماء نے فرضیت حج کے سقوط کا فتوی دیا تھا اور بعض اصحاب تو یہ کہنے لگے تھے کہ ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ [2] کی رو سے حج کا مقصد (معاذ اللہ) معصیت ہے۔اس فتنے کے سد باب کی ایک صورت یہ تھی کہ تحریر وتقریر کے ذریعے اس کا رد کیا جاتا۔سیّد صاحب، شاہ اسمٰعیل رحمہ اللہ، مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ اور دوسرے علمائے حق نے اس فریضے کی بجا آوری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ دوسری صورت یہ تھی کہ ایک عملی اقدام سے اس وسیع ملک کی فضا میں ادائے حج کا عام غلغلہ پیدا کر دیا جاتا؛ تا کہ لوگوں کے دلوں میں شوق و رغبت کے ولولے بیدار ہو جاتے۔ حضرت سید احمد رحمہ اللہ صاحب عزم و ہمت تھے۔انہوں نے مردانہ وار دوسرے راستے میں بھی قدم اٹھا لیا اور کمال یہ کیا کہ حج کے لئے مسلمانان ملک کو دعوت دے دی کہ کسی کے پاس راستے کا خرچ ہو یا نہ ہو وہ تیار ہو جائے۔ میں ذمہ لیتا ہوں کہ اس کو حج کرا لاؤں گا۔ گویا فرضیت حج ہی کو اصل صورت میں محفوظ نہ کیا بلکہ عملاً سب پر آشکارا

---

[1] تذکرہ طبع اول

[2] البقرہ:۱۹۵

کردیا کہ یہ فرض بہ سہولت ادا ہوسکتا ہے شرط یہ ہے کہ اسے خدائی حکم سمجھ کر سچے مسلمان کی طرح بجالانے کاارادہ کرلیا جائے۔

چنانچہ سیّد صاحب ساڑھے سات سو مسلمانوں کے قافلے کے ساتھ حج کیلئے روانہ ہوئے۔شاہ شہید، ان کی والدہ ماجدہ اور ہمشیرہ محترمہ بھی ساتھ تھیں۔ دس جہاز کرائے پر لیے۔ ہر جہاز کی جماعت کے لیے ایک امیر مقرر فرمایا۔ کلکتہ سے روانہ ہوئے۔ حج وزیارت کے بعد شعبان ۱۲۳۹ھ (اپریل ۱۸۲۴ء) میں واپس تشریف لائے۔اس سفر میں ایک جہاز کی جماعت کے امیر شاہ اسمٰعیل رحمہ اللہ تھے۔

دعوت جہاد

حج سے واپسی کے بعد اپنے مرشد کے فرمان کے مطابق ہمہ تن جہاد کی دعوت کے لیے وقف ہوگئے۔سرسید نے لکھا ہے:

بموجب ارشاد سید اصفیاء یعنی پیر طریق ہدیٰ اس طرح سے تقریر و وعظ کی بنیاد ڈالی کہ مسائل جہاد فی اللہ بیشتر بیان ہوتے اور یہاں تک کہ آپ کی صیقل تقریر سے مسلمانوں کا آئینہ باطن مصفیٰ ومجلیٰ ہوگیا اور وہ اس طرح سے راہ حق میں سرگرم ہوئے کہ ہر شخص بے اختیار چاہنے لگا کہ سر اس کا راہ حق میں فدا اور جان اس کی اعلاء لواء دین محمدی ﷺ میں صرف ہو۔

ہجرت

کم وبیش پونے دوسال اس دعوت میں صرف ہوئے۔ جب جابجا مجاہدین کی جماعتیں

تیار ہو گئیں تو غور وفکر کے بعد سرحد سے آغاز جہاد کا فیصلہ ہوا، جہاں پنجاب کی سکھ حکومت نے یورشیں شروع کی تھیں۔

۷/ جمادی الاخری ۱۲۴۱ھ (۱۷/ جنوری ۱۸۲۶ء) کو شاہ شہید رحمہ اللہ کے ساتھ بغرض جہاد راہ ہجرت میں قدم رکھا۔ اس وقت صرف پانچ چھ سو آدمی ساتھ لئے تھے۔ فیصلہ یہ تھا کہ تجویز کردہ مرکز میں پہنچ کر حالات کے جائزے کے بعد باقی جماعتوں کو بلالیں گے۔ شاہ شہید اس سفر کے دوران عام تنظیمی مقاصد کے کفیل خاص تھے۔

یہ جماعت رائے بریلی سے بندیل کھنڈ، گوالیار، ٹونک، اجمیر، صحرائے ماڑ واڑ عمر کوٹ، حیدر آباد (سندھ)، شکار پور، کوئٹہ، قندھار، غزنی اور کابل ہوتی ہوئی پشاور پہنچی۔ یہ کم وبیش تین ہزار میل کا سفر تھا، اس میں تپتے ہوئے صحرا بھی تھے جہاں میلوں تک پانی کا نشان نہ ملتا تھا۔ بڑے بڑے دریا بھی تھے، دشوار گزار پہاڑ اور برفستان بھی۔ دس مہینے اس مسافت کو طے کرنے میں صرف ہوئے۔

جہاد

۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۲ھ (۲۰/ دسمبر ۱۸۲۶ء) کو جہاد بالسیف کا آغاز ہوا۔ اس سلسلے میں شاہ شہید کے مخصوص وممتاز کارناموں کی اجمالی کیفیت ذیل میں درج ہے:

۱- انہی کی کوششوں سے اہل سرحد نے سیّد صاحب کے ہاتھ پر امارت جہاد کی بیعت کی اور سرحد میں علماء یا اکابر سے جتنی گفتگوئیں ہوئیں ان میں سے اکثر شاہ شہید ہی نے کیں۔

۲- ضلع ہزارہ میں جہاد کی تنظیم انہی نے فرمائی۔ شنکیاری کی جنگ میں ان کے ساتھ

اگرچہ صرف دس گیارہ مجاہد تھے تاہم غیر معمولی استقامت سے سکھوں کے خاصے بڑے لشکر کو شکست فاش دی۔اس جنگ میں شاہ شہید کی قبا گولیوں سے چھلنی ہوگئی اور ایک انگلی پر گولی کا زخم لگا۔اس انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مزاحاً فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہماری انگشت شہادت ہے۔

۳-انہی کی کوششوں سے بیعت اقامت شریعت کا انتظام ہوااور اہل سرحد پہلی مرتبہ صحیح شرعی حکومت کی برکات سے متمتع ہوئے۔

۴-انہی کی قیادت میں امب،عشرہ،مردان اور مایار کی جنگوں میں نمایاں فتوحات حاصل ہوئیں۔فتح پشاور کے بعد سلطان محمد خان بارک زئی سے گفت وشنید کے لئے بھی سیّد صاحب نے انہی کو نامزد فرمایا تھا۔

۵-غرض پرستوں کی عناد آرائی کے باعث علاقہ سرحد میں حالات نازک صورت اختیار کرگئے اور سیّد صاحب نے اس مرکز کو چھوڑ کر دشوار گزار پہاڑی راستوں سے کشمیر ہی کا قصد فرمایا تو شاہ شہید بھی ساتھ تھے۔

۶-سفر کشمیر کے سلسلے میں ۲۴رذی قعدہ ۱۲۴۶ھ (۶رمئی ۱۸۳۱ء) کو بالاکوٹ کی جنگ پیش آئی جس میں سید صاحب،شاہ شہید اور بیشتر مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا۔

بنا کردند خوش رسمے بہ خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

سیرت کی ایک جھلک

جہاں تک معلوم ہوسکا ہے شاہ شہید نے امور معیشت میں تکلفات کو کبھی پسند نہ فرمایا۔ سیّد صاحب سے وابستگی کے بعد تو وہ معیشت کے ادنیٰ مدارج ہی میں اس طرح سرخوش تھے گویا شہنشاہی کے تخت پر بیٹھے ہیں۔ سفر حج میں کلکتہ پہنچے تو ایسٹ انڈیا کمپنی کے وکیل منشی امین الدین احمد رحمہ اللہ ملاقات کے لئے آئے۔ وہ اس زمانے میں کلکتہ کے بہت بڑے رئیس مانے جاتے تھے۔ سیّد صاحب سے ملنے کے بعد انہوں نے پوچھا شاہ اسمٰعیل رحمہ اللہ کہاں ہیں؟ یہ ایک کشتی سے اتر کر سیّد صاحب کی کشتی کی طرف آ رہے تھے، کپڑے میلے ہو چکے تھے۔ لوگوں نے ان کی طرف اشارہ کیا منشی امین الدین رحمہ اللہ نے سمجھا، یہ کوئی اور اسمٰعیل ہوں گے اور کہا، میں شاہ اسمٰعیل رحمہ اللہ کو پوچھتا ہوں جو شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بھتیجے ہیں۔ جب انہیں بتایا گیا کہ شاہ صاحب یہی ہیں تو ان کی سادگی اور بے تکلفی دیکھ کر منشی صاحب بے اختیار آبدیدہ ہو گئے۔

سیّد صاحب نے سواری کے لئے شاہ صاحب کو گھوڑا دے دیا تھا لیکن جب کسی کام پر جاتے تو اپنے گھوڑے پر کسی رفیق کو سوار کر دیتے اور خود پیدل چلتے کہ دین کا کام ہے، جتنی زیادہ مشقت اٹھائیں گے، زیادہ ثواب ملے گا۔

سیّد صاحب سے ان کی عقیدت شہرۂ آفاق ہے۔ لوگوں نے اس سلسلے میں بہت سی داستانیں وضع کر رکھی ہیں۔ وہ صحیح ہوں یا نہ ہوں، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ شاہ صاحب کو سیّد صاحب سے غیر معمولی عقیدت تھی۔ بایں ہمہ یہ عقیدت شاہ صاحب کی حق گوئی پر کبھی

اثر انداز نہ ہوسکی۔ایک موقع پر قلعہ امب کے لئے خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔اس میں سیّد صاحب کی اہلیہ اور دوسری مستورات بھی تھیں ۔سیّد صاحب نے شاہ صاحب کو لکھا کہ خواتین دوسرے محفوظ مقام پر بھیج دی جائیں تا کہ لڑائی کے وقت مجاہدین کے لئے پریشانی کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔شاہ صاحب سمجھتے تھے کہ خواتین کو نکالا گیا تو گردوپیش کے عوام پر برا اثر پڑے گا اور وہ سمجھیں گے کہ خطرہ سر پر آ گیا ہے۔لہٰذا سیّد صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ اقدام خلاف مصلحت ہے۔سیّد صاحب نے اپنے حکم کا اعادہ کیا تو شاہ صاحب نے صاف صاف لکھ دیا کہ اس حکم کی تعمیل سے مسلمانوں کو گزند پہنچا تو قیامت کے دن آپ اس کے جواب دہ ہوں گے۔سیّد صاحب نے حکم واپس لے لیا۔

عمر اگر چہ زیادہ نہ تھی لیکن خدمت دین کی راہ میں مسلسل مشقتیں اٹھاتے اٹھاتے جسم نہایت کمزور ہوگیا تھا۔آخری دور کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک موقع پر زنبور کو اٹھوا کر اس غرض سے بہ اصرار اپنے کندھے پر رکھوائی کہ لوگوں میں روح عزیمت بیدار ہو، مگر بوجھ سے پاؤں لڑکھڑانے لگے۔پہاڑ پر چڑھتے تھے تو چند قدم چلنے سے سانس پھول جاتا تھا۔اس حالت کے باوجود آخری دم تک کوئی ایسا موقع نہ آیا کہ وہ جنگ یا سفر میں کسی سے پیچھے رہے ہوں یا مقاصد جنگ کے سلسلے میں انہوں نے ضرورت کے وقت دو دو منزلیں ایک دن میں طے نہ کی ہوں۔

سرحد میں مختلف مواقع پر نہایت اہم دینی ، جنگی اور سیاسی مسائل پیش آئے۔ شاہ صاحب بے تکلف انہیں حل کرتے رہے۔مشہور ہے کہ ایک موقع پر وہ گھوڑے کو کھریرا کر رہے تھے تو بعض لوگوں نے ان سے چند دینی امور کے متعلق سوال کیا۔انہوں نے

کھ ریا جاری رکھا اور مستفسرین کو شافی جواب دیدیا۔

سیّد جعفر علی نقوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بالا کوٹ میں ان کے پیچھے دوگانہ ادا کیا۔ انہوں نے دونوں رکعتوں میں پوری سورت بنی اسرائیل پڑھی اور اس کیفیت میں پڑھی کہ ابتدائے عمر سے آج تک (تا دم تحریر) کسی امام کے پیچھے نماز میں وہ لذت نصیب نہ ہوئی۔ یہ نماز عمر بھر نہ بھولے گی۔[1]

فَهَلْ مِنْ مُدَّكِر

یہ شاہ اسمٰعیل رحمہ اللہ تھے، جن کی زندگی کا ایک ایک ثانیہ اعلاء کلمۃ الحق اور احیاء اسلام میں صرف ہوا۔ جنھوں نے دنیا کی ہر ایک راحت کو بے توقف خدمت دین کیلئے قربان کر دیا اور اپنے اخلاص کے محضر پر خون شہادت سے مہر ثبت کی۔ اس ترازو میں ہم اپنے ایمان باللہ اور اپنی حمیّت دین کو تولیں تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ پھر اس سے بڑھ کر بدبختی اور حرمان نصیبی کیا ہو سکتی ہے کہ سینکڑوں مسند نشینان شریعت اور سینکڑوں سجّادہ گستران طریقت اس بزرگ مجاہد کو سوا سو برس تک گوناگوں مطاعن کا ہدف بناتے رہے اور اس کی حب اسلام ہی نہیں بلکہ اسلام کو بھی محل نظر بناتے رہے۔ ہم سب ان مطاعن کو اس شوق و لذت سے سنا، گویا یہ حفظ دین اور پارسائی کا ایک یگانہ کارنامہ تھا۔

---

[1] منظورہ صفحہ نمبر: ۱۱۴۳

اولاد

شاہ عبدالقادر نے اپنی نواسی بی بی کلثوم رحمہا اللہ سے شاہ شہید کا نکاح کر دیا تھا۔صرف ایک بچہ ہوا جس کا نام شاہ محمد عمر رحمہ اللہ تھا۔اس کی پوری زندگی نیم مجذوبیت کی حالت میں گزری۔

تصانیف

شاہ شہید کی متعدد تصانیف ہیں، مثلاً:

۱-اصول فقہ میں ایک رسالہ جو چھپ چکا ہے۔

۲-منطق میں ایک رسالہ جس کا ذکر سر سیّد احمد خاں نے کیا ہے۔

۳-ایضاح الحق الصریح فی احکام المیّت والضریح۔محققین کا بیان ہے کہ حقیقت بدعت میں ایسی کوئی کتاب کسی زبان میں نہیں لکھی گئی۔افسوس یہ مکمل نہ ہوسکی۔اردو ترجمے کے ساتھ دو تین مرتبہ چھپ چکی ہے۔

۴-منصب امامت۔یہ بھی نہایت عمدہ کتاب ہے فارسی نسخے اب کمیاب ہیں البتہ اردو ترجمہ ملتا ہے۔

۵-تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین۔اس میں وہ احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن سے رفع یدین کا سنت ہونا ثابت ہے۔اردو ترجمے کے ساتھ کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔اب حال میں اس کا عربی ایڈیشن معہ حاشیہ وتذییل مرکزی جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان

کے ادارہ اشاعۃ السنہ نے نہایت عمدگی سے شائع کیا ہے۔[1]

۶-صراط مستقیم: اس کتاب کے چار باب ہیں، جن میں سے صرف پہلا باب شاہ شہید کا لکھا ہوا ہے۔ مضامین سیّد صاحب کے ہیں، صرف عبارت اور اسلوب بیان شاہ صاحب کا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے فارسی ایک مرتبہ چھپی اور بہت کمیاب [2] ہے۔

۷-تقویۃ الایمان: اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

۸- یک روزی: مختصر سا رسالہ ہے جس میں تقویۃ الایمان پر مولوی فضل حق خیر آبادی کے بعض اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ شاہ صاحب نماز کے لئے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں انہیں مولوی فضل حق کا رسالہ ملا۔ نماز سے فارغ ہوتے ہی جواب لکھنے بیٹھ گئے اور ایک نشست میں اسے پورا کر دیا۔ اسی وجہ سے یک روزی نام پایا۔

۹- مکاتیب: ان کا بہت بڑا مجموعہ ہے، جن میں سے بعض ان کے نام سے مشہور ہوئے، اکثر انہوں نے سیّد صاحب کے ایما پر لکھے۔

۱۰-منظومات: ان کی کیفیت یہ ہے:

(ا) ایک فارسی قصیدہ نعت میں۔

(ب) ایک فارسی قصیدہ سیّد صاحب کی مدح میں۔

(ج) ایک فارسی مثنوی موسوم بہ ''سلک نور'' توحید کے مضمون پر۔

---

[1] المکتبہ السّلفیہ نے مترجم بھی شائع کر دی ہے۔

[2] اب اس کو الحمدللہ المکتبہ السّلفیہ نے شائع کر دیا ہے۔

(د) ایک اردو مثنوی موسوم بہ ''سلک نور'' توحید کے مضمون پر۔

(ہ) ایک مثنوی بہ زبان فارسی ایک حدیث کی شرح میں۔

تقویۃ الایمان کی سرگزشت

تقویۃ الایمان پہلی مرتبہ ۱۲۴۳ھ (۲۷-۱۸۲۶ء) میں چھپی تھی جب شاہ شہید، امیر المومنین سید احمد بریلوی رحمہ اللہ اور جماعت مجاہدین کے ہمراہ وطن مالوف سے ہجرت کر کے جا چکے تھے اور ہندوستان کی آزادی و تطہیر کے لئے جہاد بالسیف کا آغاز ہو رہا تھا۔ اب ۱۴۱۰ھ (۱۹۸۹ء) ہے۔ گزشتہ ایک سو سڑسٹھ برس کی مدت دراز میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے یہ کتاب کتنی مرتبہ طبع ہوئی۔ سرسری اندازہ ہے کہ چالیس پچاس لاکھ سے کم نہ چھپی ہوگی۔ کروڑوں آدمیوں نے اسے پڑھا اور ہدایت کی روشنی حاصل کی۔ یہ ایسا شرف ہے جو تقویۃ الایمان کے سوا اردو کی کسی دوسری کتاب کو شاید ہی نصیب ہوا ہو۔

اس کے خلاف غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کے جو ہنگامے بپا ہوئے اور بپا کئے گئے وہ بھی غالباً کسی دوسری کتاب کو پیش نہ آئے۔ آج تقویۃ الایمان کی سرگزشت پر نظر بازگشت ڈالی جائے تو چشم تصور کے سامنے ایک عجیب منظر آتا ہے۔ گویا ایک سمندر ہے جس پر طوفان کا بحران طاری ہے۔ اس کی سطح موجوں کے جوش، ہیجان، ٹکراؤ اور کشاکش سے عرصہ محشر کا نمونہ بن رہی ہے۔ بڑے بڑے جہازوں کے ناخداؤں پر ہراس کے بادل چھائے ہیں اور وہ لنگر ڈال کر دامن ساحل کو مضبوطی سے تھامے کھڑے ہیں۔ صرف ایک ملاّح اپنے کمزور نازک سفینے کے بادبان کھولے ہوئے مصروف سفر ہے۔ طوفان کی ہلاکت خیزیاں اور موجوں کی

ہیبت انگیزیاں اس کی جبین یقین وہمت پر اضطراب کی شکن پیدا نہیں کر سکیں۔ جو مصلحتیں اپنی دل ربائیوں اور معذرت آرائیوں کے جال دوسروں کے سامنے بچھا کر انہیں پابند ساحل بنا چکی تھیں، وہ اس ملّاح کی دامن کشی وعناں گیری میں بھی پوری قوت سے سرگرم رہیں، لیکن سلطان فرض کے حکم کی بجا آوری میں اس نے ہر مصلحت کو ٹھکرا دیا۔ وہ آگے بڑھتا گیا اور اپنی بے مثال عزیمت سے ہر مخالف قوت کو ناکام اور ہر معاندانہ اقدام کو نامراد بنا دیا۔ وہ اس مقام پر جا پہنچا جو صرف بزرگان عزیمت ہی کے حصے میں آتا ہے۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار ورسن کہاں

کتاب کے ممتاز خصائص

تقویۃ الایمان کا موضوع توحید ہے جو دین کی بنیاد واساس ہے اس موضوع پر اللہ جانے اب تک کتنی کتابیں اور رسالے لکھے جا چکے ہیں۔ شاہ شہید کا انداز بحث اور طرز استدلال سب سے نرالا ہے اور سراسر مصلحانہ ہے۔ علماء حق کی طرح انہوں نے صرف کتاب وسنت کو مدار بنایا، آیات واحادیث پیش کر کے وہ نہایت سادہ اور سلیس انداز میں ان کی تشریح فرما دیتے ہیں اور توحید کو نقصان پہنچانے والی جتنی غیر مشروع رسمیں معاشرے میں مروج تھیں، ان کی حقیقی حیثیت دل نشین طریق پر آشکارا کر دیتے ہیں۔

انہوں نے عقیدہ وعمل کی ان تمام خوفناک غلطیوں کو جو اسلام کی تعلیم توحید کے خلاف تھیں، مختلف عنوانوں کے ماتحت جمع کر دیا، مثلاً: شرک فی العلم، شرک فی التصرف، شرک

فی العادات،شرک فی العبادات۔اس طرح تقویۃ الایمان توحید کے موضوع پر ایک جامع اور یگانہ کتاب بن گئی۔علاوہ بریں:

۱-یہ کتاب شاہ شہید کے زمانے کے علمی،عملی اور ثقافتی حالت کا ایک نہایت عجیب مرقع ہے۔اگر کوئی شخص چاہے کہ آج سے سوا سو سال پیشتر اس وسیع ملک کے مسلمان کن کن اعتقادی،عملی اور اخلاقی امراض میں مبتلا تھے تو تقویۃ الایمان اس کے لئے مستند معلومات کا ایک نہایت اچھا ذخیرہ ہوگی۔

۲-شاہ شہید نے محض توحید کی نظری تشریح اور اس کے لئے دعوت ہی پر اکتفانہ کی بلکہ ایسا رنگ اختیار کیا کہ پڑھنے والا اس معاشرے اور ماحول میں جا پہنچتا ہے جس میں یہ کتاب لکھی گئی۔اس طرح دعوت کی تاثیر ونفوذ میں بہت اضافہ ہوگیا۔

۳-اگر چہ یہ کتاب نہایت اہم موضوع پر ہے لیکن شاہ شہید نے طریق استدلال ایسا اختیار کیا کہ معمولی پڑھا لکھا آدمی اور متبحر عالم اپنے اپنے ذہنی مدارج کے مطابق اس سے یکساں مستفید ہو سکتے ہیں اور مستفید ہوتے رہے۔

۴-اگر چہ یہ اس زمانے میں لکھی گئی تھی جب اردو نثر بالکل ابتدائی دور میں تھی لیکن شاہ صاحب کی عبارت ایسی سادہ،سلیس،شگفتہ اور دلکش ہے کہ چند مخصوص الفاظ ومحاورات چھوڑ کر آج بھی ایسی دلکش کتاب لکھنا سہل نہیں۔یقیناً اردو زبان نشو وارتقا کے مزید مدارج طے کرنے کے بعد بھی تقویۃ الایمان کو بلحاظ اسلوب اپنا ایک گراں بہا سرمایہ تصور کرے گی۔

اعتنا اور عدم اعتنا کے متضاد مناظر

یہ امر حد درجہ تعجب انگیز ہے کہ تقویۃ الایمان اپنے گونا گوں محاسن کے باوجود عقیدت مندوں کے دائرے میں بھی بیک وقت اعتنا اور عدم اعتنا کے متضاد مناظر کا مرجع بنی رہی۔ اس کی طباعت واشاعت سے اعتنا کا یہ حال کہ اردو کی کوئی دوسری کتاب اس کی برابری کا دم نہیں مار سکتی۔ بہت سے اشخاص و ادارات کا دستور حیات ہی یہ رہا ہے کہ ہر سال اس کے ہزاروں نسخے چھاپتے اور مفت یا تقریباً مفت تقسیم کر دیتے۔ لیکن عدم اعتنا کی یہ کیفیت کہ نہ کتاب کے متن کی تصحیح و تنقیح پر کوئی قابل ذکر توجہ کی گئی نہ زمانے کے مذاق مطالعہ میں ارتقاء کے ساتھ ساتھ اس کی تبویب وتہذیب کا کوئی سروسامان کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے عقیدت مندوں نے بھی اسے زیادہ سے زیادہ ''تبرک'' کا درجہ دے دیا تھا اور اس متاع عزیز سے مخصوص ربط وضبط کا تقاضا صرف یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ جس صورت میں آئی، اسی صورت میں آئندہ نسلوں کے حوالے کر دی جائے۔ راقم الحروف کے علم کے مطابق تصحیح متن اور تبویب مطالب کی صرف دو کوششیں مختلف اوقات میں ہوئیں، لیکن وہ بھی ادھوری رہ گئیں۔

ضروری کام

اس سلسلے میں کئی ضروری کام تھے جو تصنیف و تالیف کا سلجھا ہوا مذاق رکھنے والے اصحاب کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکتے تھے۔ تقویۃ الایمان کے مطالعے میں بیک نظر واضح ہو سکتا ہے کہ شاہ شہید نے اپنی دوسری تصانیف کی طرح اسے بھی قلم برداشتہ لکھ ڈالا تھا۔ اس سرزمین میں احیائے اسلامیت کے جن عظیم القدر مقاصد کی خاطر وہ اپنی حیات عزیز کے

بیش بہا اوقات وقف فرما چکے تھے، ان میں غیر معمولی اشتغال وانہماک کے باعث بظاہر تقویۃ الایمان کے مسودے پر نظر ثانی کی بھی مہلت نہ مل سکی۔ کتاب کے سلسلے میں جو ضروری کام شاہ شہید خود انجام نہ دے سکے تھے، عقیدت مندوں کا فرض تھا کہ انہیں خود پورا کرتے۔

مثلاً:

١- کتاب میں جا بجا ذیلی عنوانات لگائے جاتے تا کہ اسکا مطالعہ زیادہ سے زیادہ سہل اور نفع بخش بن جاتا۔

٢- شاہ شہید نے حسب ضرورت احادیث کی عبارات نقل کر دی ہیں۔ ضروری تھا کہ حواشی میں احادیث کی تخریج کی جاتی اور مطبوعہ کتابوں کے حوالے دیے جاتے۔

٣- شاہ شہید نے اپنے گرد و پیش جن غیر شرعی مراسم و مشاغل کا ہجوم دیکھا ان کا ذکر اجمالاً کر دیا۔ بعد کے زمانے میں وہ مراسم آہستہ آہستہ ناپید ہوتے گئے۔ ضروری تھا کہ ان کی کیفیت اختصاراً بیان کر دی جاتی تا کہ پڑھنے والوں پر ان کا غیر مشروع ہونا مخفی نہ رہتا اور وہ اس نوع کی دوسری رسموں سے احتراز کرتے، جن کی ہیئت ہر دائرے میں مختلف تھی۔

٤- شاہ شہید کے زمانے میں طریق املا دوسرا تھا۔ خصوصاً علامات اوقاف کے استعمال کا کوئی دستور نہ تھا۔ بعد میں طریق املا تدریجاً اصلاح پاتا رہا۔ ضروری تھا کہ پرانا طریق املا چھوڑ کر نیا طریق اختیار کیا جاتا اور جا بجا اوقاف لگا دیئے جاتے تا کہ عبارت آسان فہم بن جاتی اور کتاب کی افادی حیثیت بڑھ جاتی۔

٥- جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے تقویۃ الایمان اپنی سادگی و سلامت اور عبارت کی پختگی

ودل نشینی کے اعتبار سے آج بھی ایک نادر کتاب ہے۔تاہم اس کے بعض الفاظ وفقرات کا مطلب زیادہ واضح نہ تھا،ان کی تشریح ضروری تھی۔

افسوس!ان میں سے کوئی کام نہ ہوسکا۔بعض اصحاب نے اس طرف توجہ فرمائی تو وہ ان کاموں کو بقدرِ ضرورت پورا نہ کرسکے۔انہیں مقاصد کی تکمیل کے لئے تقویۃ الایمان کی تبویب اور تخریج کی گئی ہے۔

موجودہ دور

آج کتاب سے استفادے کا دائرہ بظاہر بہت وسیع ہوگیا ہے۔آج شاہ شہید عرف عام کے مطابق ''وہابیت'' نہیں بلکہ احیائے اسلامیت کے علم بردار مانے جاتے ہیں، جنہوں نے اس وقت پاک ہند کی وسیع سرزمین پر صحیح اسلامی حکومت کے قیام کے لئے علم جہاد بلند کیا جب مسلمانوں کی ہزار سالہ حکمرانی کے تمام نقوش مٹ رہے تھے۔اس دور میں یہاں تطہیر وآزادی کا چراغ جلایا جب ہر طرف بے چارگی اور مایوسی کی ظلمت چھائی ہوئی تھی۔ اس حالت میں مسلمانوں کو عزم وہمت کی راہ دکھائی جب ان کی شان فاتحیت پر نزع واحتضار کی کیفیت طاری تھی۔آج ان کے مجاہدانہ کارناموں کا تذکرہ دین کی خدمت اور ملت کی صحیح تعلیم وتربیت کا ایک نہایت موثر ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔لہٰذا تقویۃ الایمان کو زیادہ سے زیادہ جاذب اور شایان مطالعہ عام بنانا ایک بہت بڑی خدمت ہے۔یہ بھی حقیقت ہے کہ شاہ شہید نے سوا سو سال پیشتر جو کچھ فرمایا تھا،اس کی اہمیت وبرتری کا ٹھیک ٹھیک اندازہ جس طرح موجودہ دور کرسکتا ہے پہلے ادوار نہ کرسکتے تھے۔

تقویۃ الایمان کی ترتیب

شاہ شہید نے تقویۃ الایمان کی ترتیب سے پیشتر توحید کے اثبات اور شرک وبدعات کی تردید کے لئے آیات واحادیث جمع کی تھیں اور اس مجموعے کا نام ''ردّ الاشراک'' رکھا تھا۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے ان احادیث کی تخریج کی اور مجموعے کو ''الادراک لتخریج احادیث ردّ الاشراک'' کے نام سے شائع کردیا۔ شاہ شہید نے اس مجموعے کے صرف ابتدائی حصے کو اردو کا جامہ پہنایا اور یہی تقویۃ الایمان ہے۔ بقیہ حصے کو مولوی سلطان محمد مرحوم نے تذکیر الاخوان کے نام سے اردو میں شائع کیا۔

یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ تقویۃ الایمان کس زمانے میں لکھی گئی۔ اس میں ایک مقام پر کعبہ مقدسہ کے صحن کا منظر پیش کیا گیا جس سے دل پر اثر پڑتا ہے کہ یہ منظر چشم دید ہے، لہٰذا سمجھا جاسکتا ہے کہ کتاب سفر حج سے واپس آکر لکھی گئی۔ ملّا صاحب بغدادی نے بعض اصحاب کی انگیخت سے تقویۃ الایمان پر کچھ اعتراضات کئے تھے شاہ شہید نے اس کے جواب میں ایک خط کانپور سے لکھا تھا، جس پر ۱۲۴۰ھ درج ہے۔ اس سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب سفر حج سے مراجعت پر ۱۲۴۰ھ کے اوائل میں لکھی گئی۔ اس زمانے میں شاہ شہید ہمہ تن دعوت وتنظیم جہاد کے لئے وقف ہو چکے تھے اور ۷ جمادی الاخری ۱۲۴۱ھ کو جہاد کے لئے روانہ ہو گئے۔

ملّا صاحب بغدادی نے تو شاہ شہید کا مکتوب پڑھ کر اپنی غلطی تسلیم کرلی۔ علمائے دہلی میں جس شخص نے شاہ شہید کی مخالفت میں زیادہ نمایاں حیثیت حاصل کی وہ مولانا فضل حق خیر

آبادی ہیں جن کے متعلق اب عام طور پر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ علم وفضل میں بلند مرتبہ ہونے کے باوجود ان کے اعتقادی نظریے عوامی تھے۔ انہوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی نظیر کے امکان وامتناع کا مسئلہ چھیڑ دیا اور قدرت ومشیت کا فرق پیش نظر نہ رکھا۔ شاہ شہید نے رسالہ یک روزی میں ان تمام اعتراضات کو بے بنیاد ثابت کر دیا۔ یہ بحثیں تفصیلاً یہاں درج نہیں کی جاسکتیں۔

تقویۃ الایمان کے مختلف نسخے

کتاب کی از سر نو ترتیب وتہذیب کے سلسلے میں سب سے پہلا کام یہ تھا کہ ایسے نسخے فراہم کئے جاتے جن پر بظاہر زیادہ اعتماد کی گنجائش تھی۔ جو نسخے پیش نظر رہے ان کی کیفیت یہ ہے:

۱- قلمی نسخہ مکتوبہ ۷/ذیقعدہ ۱۲۵۲ھ (۱۳/فروری ۱۸۳۷ء) کل ۱۱۴/صفحات، فی صفحہ ۱۴/سطر، فی سطر ۱۶/الفاظ۔ راقم کے علم میں یہ سب سے پرانا مخطوطہ ہے۔ بعض اوراق قدرے خوردہ ہیں۔ ابتدائی آٹھ صفحے غائب ہیں۔

۲- قلمی نسخہ صفحات: ۲۳۷، فی صفحہ ۸/سطر، فی سطر ۱۴/الفاظ، کتابت عمدہ، کاغذ اچھا، تاریخ کتابت درج نہیں۔

یہ دونوں نسخے خلیل الرحمٰن صاحب داؤدی نے مرحمت فرمائے۔

۳- تقویۃ الایمان مطبوعہ مطبع دارالعلوم دہلی ۱۸۴۷ء کل ۹۲ صفحات۔ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ کون سا ایڈیشن ہے۔ ہمیں اب تک اس سے پیشتر کا مطبوعہ نسخہ نہیں مل سکا۔

۴۔نستعلیق ٹائپ کا نسخہ۔ یہ مولانا محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کی تصحیح ،مولوی عبداللطیف رحمہ اللہ اور مولوی کامل رحمہ اللہ کے اہتمام، منشی غلام مولا رحمہ اللہ اور منشی واجد صاحب رحمہ اللہ کی نگرانی میں مطبع محسنی کلکتہ میں طبع ہوا تھا، تاریخ اتمام طباعت ۱۸۵۴ء ہے۔اس میں متن کی تصحیح کا خاص اہتمام کیا گیا تھا، عبارت کے مقابلے میں معلوم ہوا کہ مصحح نے کچھ عبارتیں بدل دی ہیں۔

ان کے علاوہ مختلف ایڈیشن پیش نظر رہے، جن میں بطور خاص قابل ذکر جمعیت دعوت وتبلیغ کا شائع کردہ ایڈیشن ہے، جو مولانا محی الدین قصوری رحمہ اللہ نے مرتب فرمایا تھا۔

اصول ترتیب

کتاب کی از سرنو ترتیب وتہذیب کے اصول وحدود کے متعلق ان اصحاب علم وفضل سے مفصل گفتگوئیں ہوئیں، جو اس بارے میں رائے دینے کے اہل تھے۔بعض کا خیال تھا کہ غیر متداول الفاظ ومحاورات بدل دیے جائیں اور بعض پیچیدہ عبارتوں میں اتنی ترمیم ضرور کردی جائے کہ ان کا مفہوم عہد حاضر کی کتابوں کے مطالعے کی عادی طبیعتوں پر بے تکلف واضح ہوجائے۔اس قسم کی جزوی ترمیمیں پہلے بھی ہوچکی تھیں لیکن عمیق غور وفکر کے بعد یہی مناسب ہوا کہ کسی حصے میں کوئی ترمیم نہ کی جائے اور متن کو انتہائی تحقیق وکاوش سے درست کر کے بعینہٖ چھاپ دیا جائے۔صرف اتنا کیا کہ شاہ شہید کے عہد کا طریق املا چھوڑ کر مروجہ طریق اختیار کرلیا۔مثلاً:

۱۔شاہ شہید کے زمانے میں بعض الفاظ ملا کر لکھنے کا دستور تھا مثلاً ''ملکر''، ''ہمکو''۔پیش

نظر کتاب میں ہر لفظ الگ الگ لکھا گیا ہے۔

۲-شاہ شہید کے زمانے میں ''ہو'' اور ''جائے'' کو ہووے'' اور ''جاوے'' لکھتے تھے پیش نظر کتاب میں موجودہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

۳- پوری کتاب میں جا بجا اوقاف لگا دیے ہیں تا کہ فقرے اور جملے ممتاز رہیں۔ اس سلسلے میں بعض مقامات سے ''اور'' یا اس قسم کے دوسرے الفاظ حذف کر دیے، جو اصل الٹی واؤ (کاما) اور وقفے (ڈیش) کا بدل تھے۔

ہمارے نزدیک ان میں سے کسی بھی چیز کو متن میں تبدیلی قرار نہیں دیا جا سکتا اور یہ صرف طریق املا کا اختلاف ہے۔

۴-جن الفاظ یا فقرات کا مفہوم توضیح طلب تھا، ان کی توضیح حاشیے میں کر دی گئی ہے، یا متن میں قوسین کے اندر ایک لفظ یا چند الفاظ بڑھا دیئے گئے ہیں۔

۵-جو احادیث متن میں جزواً نقل تھیں، انہیں حاشیے میں مکمل کر دیا گیا ہے۔

۶-شاہ شہید نے بعض آیات کے ترجمے میں صرف مطالب قرآنی اور اپنا مقصد پیش نظر رکھا۔ ایسی آیات کے لفظی ترجمے کے سلسلے میں شاہ عبدالقادر محدث رحمہ اللہ کا ترجمہ درج کر دیا گیا ہے۔

آخری گذارش

اپنی ناچیز بساط کے مطابق انتہائی کوشش کی کہ کتاب کا مطالعہ زیادہ سے زیادہ سہل اور جاذب انظار وقلوب بن جائے۔ اگر اس سلسلے میں کچھ کامیابی حاصل ہوئی تو اسے اللہ تعالیٰ کے فضل لا یزال کا کرشمہ سمجھتے ہیں۔ اگر کہیں فروگزاشت ہوئی تو اسے اپنے فکر و نظر کی لغزش

تصور کرتے ہوئے قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔ مقصود اس کے سوا کچھ نہیں کہ شاہ شہید رحمہ اللہ کے اس اہم دینی کارنامے سے استفادے کا دائرہ زیادہ سے زیادہ وسیع ہو اور مسلمان حقیقی معنی میں مسلمان بن جائیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ . وَالصَّلاَةُ وَالسَّلاَمُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ .

غلام رسول مہر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

حمد وصلوٰہ

الٰہی! تیرا ہزار بار شکر ہے کہ تو نے ہم پر بے شمار نعمتیں برسائیں، ہمیں اپنے سچے دین کی رہبری فرمائی، سیدھی راہ پر چلایا، موحد بنایا، پیغمبر اسلام (ﷺ) کا امتی بنایا، دین کا شوق دیا اور دینداروں کی محبت عطا فرمائی۔ اے رب! ہماری طرف سے اپنے پیارے پیغمبر ﷺ پر، ان کے اہل وعیال پر، ان کے صحابہ کرام پر اور ان کے جاں نشینوں پر اپنی رحمت وسلامتی کی بارش نازل فرما۔ ہمیں بھی ان میں شامل فرما اور اسلامی زندگی بسر کرنے کی توفیق دے اور اسلام پر ہمارا خاتمہ فرما اور ان کے تابعداروں کی فہرست میں ہمارا بھی نام لکھ لے۔ آمین ثم آمین.

بندہ اور بندگی

امّا بعد: انسان سب ہی اللہ کے بندے ہیں۔ بندے کا کام بندگی بجالانا ہے۔ جو بندہ بندگی سے جی چرائے وہ بندہ نہیں۔ بندگی کا دارومدار ایمان کی اصلاح پر ہے۔ جس کے ایمان میں خلل ہے اس کی بندگی غیر مقبول ہے، اور جس کا ایمان درست ہے اس کی تھوڑی سی بندگی بھی قابل قدر ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ایمان کو درست کرنے کی کوشش کرے اور اصلاح ایمان کو تمام چیزوں پر مقدم رکھے۔

زمانے کی حالت

اس زمانے میں لوگوں نے مختلف راہیں اختیار کر رکھی ہیں۔ بعض باپ دادا کی رسموں پر چلتے ہیں، بعض بزرگوں کے طریقوں کو اچھا سمجھتے ہیں، بعض علماء کی خود تراشیدہ باتوں کو بطور سند پیش کرتے ہیں اور بعض عقلی گھوڑے دوڑاتے ہیں اور دینی باتوں میں عقل کو دخل دیتے ہیں۔

سب سے بہتر راہ

بہترین راہ یہی ہے کہ قرآن وحدیث کو معیار بنایا جائے۔ شرعی امور میں عقل سے دخل نہ دیا جائے اور ان ہی دو چشموں (یعنی قرآن وحدیث) سے روح کو سیراب کیا جائے۔ بزرگوں کی جو بات، علماء کا جو مسئلہ اور برادری کی جو رسم قرآن وحدیث کے موافق ہو اس کو مان لیا جائے اور جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دیا جائے۔

دین کو سمجھنا مشکل نہیں

عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ قرآن وحدیث کا سمجھنا بڑا مشکل ہے، اس کے لئے بڑے علم کی ضرورت ہے، ہم جاہل کس طرح سمجھ سکتے ہیں اور کس طرح اس کے موافق عمل کر سکتے ہیں، اس پر عمل بھی صرف ولی اور بزرگ ہی کر سکتے ہیں، ان کا خیال قطعی بے بنیاد ہے، کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن پاک کی باتیں صاف صاف اور سلجھی ہوئی ہیں:

﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ ايَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَّمَا يَكْفُرُ بِهَا اِلَّا الْفَاسِقُوْنَ﴾

بلاشبہ ہم نے آپ ﷺ پر صاف صاف آیتیں اتاری ہیں، ان کا انکار فاسق ہی کرتے ہیں۔ (البقرہ:۹۹)

یعنی ان کا سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں نہایت آسان ہے، البتہ ان پر عمل کرنا مشکل ہے، کیونکہ نفس کو فرماں برداری مشکل معلوم ہوتی ہے، اسی لئے نافرمان ان کو نہیں مانتے۔

رسول کیوں آئے؟

قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لئے کچھ زیادہ علم کی ضرورت نہیں، کیونکہ پیغمبر نادانوں کو راہ بتانے کے لئے، جاہلوں کو سمجھانے کے لئے اور بے علموں کو علم سکھانے ہی کے لئے آئے تھے، فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

''اسی نے ناخواندوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور انہیں (شرک وکفر سے) پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ یقیناً پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔'' (سورہ الجمعہ:۲)

یعنی حق تعالیٰ کی یہ بڑی زبردست نعمت ہے کہ اس نے ایسا رسول مبعوث فرمایا جس نے ناواقفوں کو واقف، ناپاکوں کو پاک، جاہلوں کو عالم، نادانوں کو دانا اور گمراہوں کو راہ یافتہ بنادیا۔ اس آیت کو سمجھنے کے بعد اب بھی اگر کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ قرآن سمجھنا عالموں اور اس پر عمل کرنا بڑے بڑے بزرگوں ہی کا کام ہے تو اس نے اس آیت کو ٹھکرا دیا اور رب کی

اس جلیل الشان نعمت کی ناقدری کی۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اس کو سمجھ کر جاہل عالم اور گمراہ عمل کر کے بزرگ بن جاتے ہیں۔

حکیم اور بیمار کی مثال

مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ ایک دانا حکیم ہے اور ایک شخص کسی بڑی بیماری میں مبتلا ہے۔ ایک شخص اس بیمار سے ازراہ ہمدردی کہتا ہے کہ تم فلاں حکیم کے پاس جا کر اپنا علاج کرالو۔ لیکن بیمار کہتا ہے کہ اس کے پاس جانا اور اس سے علاج کرانا ان تندرستوں کا کام ہے جن کی صحت بہت اچھی ہو، میں تو سخت بیمار ہوں بھلا میں کس طرح جا کر علاج کرا سکتا ہوں؟ کیا تم اس بیمار کو خبطی نہ سمجھو گے کہ نادان اس حاذق حکیم کی حکمت کو نہیں مانتا۔ کیونکہ حکیم تو بیماروں ہی کے لئے ہوتا ہے، جو تندرستوں کا علاج کرے حکیم کیسے ہوا؟ مطلب یہ کہ جاہل اور گناہ گار کو بھی قرآن وحدیث کے سمجھنے اور احکام شرعیہ پر انتہائی سرگرمی سے عمل کرنے کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ ایک عالم اور بزرگ کو۔ لہٰذا ہر خاص وعام کا فرض ہے کہ کتاب وسنت ہی کی تحقیق میں لگا رہے، انہیں کو سمجھنے کی کوشش کرے، انہیں پر عمل کرے اور انہیں کے سانچوں میں ایمان ڈھالے۔

توحید ورسالت

یاد رکھو ایمان کے دو اجزاء ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کو الٰہ سمجھنا۔

(۲) رسول کو رسول تسلیم کرنا۔

اللہ کو الٰہ مطلق سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے اور رسول کو رسول تسلیم کرنا یہ ہے کہ انہیں کی راہ اختیار کی جائے۔ پہلا حصہ توحید ہے اور دوسرا حصہ اتباع سنت ہے۔ توحید کی ضد شرک ہے اور سنت کی ضد بدعت ہے، ہر مسلمان کا فرض ہے کہ توحید اور اتباع سنت پر مضبوطی سے قائم رہے، انہیں سینے سے لگائے رکھے اور شرک وبدعت سے بچتا رہے۔ شرک وبدعت ہی متاع ایمان کے گھن ہیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے، دوسرے گناہوں سے صرف اعمال میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے جو شخص موحد اور متبع سنت ہو، شرک وبدعت سے متنفر ہو اور اس کے پاس بیٹھنے سے توحید واتباع سنت کا شوق پیدا ہوتا ہو، اسی کو استاد و پیر سمجھنا چاہئے۔

رسالہ تقویۃ الایمان

ہم نے اس رسالہ میں چند آیتیں اور حدیثیں جن میں توحید اور اتباع سنت کا بیان ہے اور شرک وبدعت کی برائی ہے، جمع کردی ہیں جن کا ترجمہ شگفتہ اور سلیس اردو میں کردیا گیا ہے اور ان پر مختصر نوٹ بھی وضاحت کے لئے دے دیے گئے ہیں تاکہ ہر خاص وعام اس سے فائدہ اٹھا سکے اور جس کو اللہ تعالیٰ چاہے سیدھی راہ پر لے آئے۔ اللہ کرے ہمارا یہ کام ہماری اخروی نجات کا سبب بن جائے، آمین۔ اس کا نام ''تقویۃ الایمان'' ہے، اس میں دو باب ہیں ؛ پہلے باب میں توحید کا بیان اور شرک کی برائی ہے اور دوسرے باب میں اتباع سنت کا بیان اور بدعت کی برائی ہے۔

پہلا باب

توحید کا بیان

عوام کی بے خبری

عام طور پر لوگوں میں شرک پھیلا ہوا ہے۔توحید نایاب ہے۔اکثر ایمان کے دعویٰ دار توحید وشرک کے معنیٰ نہیں سمجھتے۔مسلمان ہیں مگر بے شعوری میں شرک میں گرفتار ہیں، لہٰذا پہلے توحید وشرک کے معنی سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے تا کہ قرآن وحدیث سے ان کی بھلائی اور برائی معلوم ہو سکے۔

شرک کے کام

عموماً لوگ آڑے وقت پیروں کو، پیغمبروں کو، اماموں کو، شہیدوں کو، فرشتوں کو اور پریوں کو پکارتے ہیں، انہیں سے مرادیں مانگتے ہیں، انہیں کی منتیں مانتے ہیں، مرادیں برلانے کے لئے انہیں پر نذر و نیاز چڑھاتے ہیں اور بیماریوں سے بچنے کے لئے اپنے بیٹوں کو انہیں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔کسی کا نام عبدالنبی، کسی کا علی بخش، کسی کا حسین بخش، کسی کا پیر بخش، کسی کا مدار بخش، کسی کا سالار بخش، کسی کا غلام محی الدین اور کسی کا غلام معین الدین وغیرہ ہے۔کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے نام کے جانور ذبح کرتا ہے، کوئی مشکل پڑنے پر کسی کو پکارتا ہے اور کوئی کسی کی قسم کھاتا ہے۔غیر مسلم جو معاملہ دیوی دیوتاؤں

سے کرتے ہیں وہی یہ نام نہاد مسلمان انبیاء، اولیاء، ائمہ، شہداء، ملائکہ اور پریوں سے کرتے ہیں اس کے باوجود مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ اللہ پاک نے سچ فرمایا:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾

اکثر لوگ اللہ پر ایمان لا کر بھی شرک کرتے ہیں۔ (سورہ یوسف: ۱۰۶)

دعوی ایمان کا، کام شرک کے

یعنی اکثر دعویداران ایمان شرک کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں اگر کوئی ان سے کہے کہ تم دعویٰ تو ایمان کا کرتے ہو مگر شرک میں گرفتار رہتے ہو، کیوں شرک وایمان کی متضاد راہوں کو ملا رہے ہو، تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم شرک نہیں کر رہے بلکہ انبیاء اور اولیاء سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے عقیدت مند ہیں۔ شرک تو تب ہوتا جب ہم انہیں اللہ کے برابر سمجھتے۔ ہم تو انہیں اللہ کے بندے اور مخلوق ہی سمجھتے ہیں اللہ نے انہیں قدرت وتصرف بخشا ہے یہ اللہ ہی کی مرضی سے دنیا میں تصرف کرتے ہیں ان کو پکارنا اللہ ہی کو پکارنا ہے اور ان سے مدد مانگنا اللہ ہی سے مدد مانگنا ہے، یہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں جو چاہیں کریں۔ یہ ہمارے سفارشی اور وکیل ہیں۔ ان کے ملنے سے رب مل جاتا ہے اور ان کے پکارنے سے رب کا تقرب حاصل ہوتا ہے، جتنا ہم انہیں مانیں گے اسی نسبت سے ہم اللہ کے نزدیک ہوتے چلے جائیں گے۔ اور اس قسم کی فضول باتیں کی جاتی ہیں۔

قرآن کا فیصلہ

ان سب باتوں کا واحد سبب یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن وحدیث چھوڑ بیٹھے۔ شریعت میں

عقل سے کام لیا۔ جھوٹے افسانوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور غلط رسموں کو دلیلوں میں پیش کرتے ہیں، اگر ان کے پاس قرآن وحدیث کا علم ہوتا تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بھی مشرک اسی قسم کی دلیلوں کو پیش کیا کرتے تھے۔ اللہ پاک کا ان پر غصہ نازل ہوا، اور اس نے انہیں جھوٹا بتایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

"وہ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہیں جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکیں اور نہ نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں ہمارے سفارشی ہیں، آپ فرمادیں کہ تم اللہ کو وہ خبر دے رہے ہو جسے وہ آسمان وزمین میں نہیں جانتا (یعنی جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے) وہ ان کے شریکوں سے پاک وبرتر ہے۔" (سورہ یونس: ۱۸)

اللہ کے سوا کوئی قادر نہیں

یعنی مشرک جن چیزوں کے پرستار ہیں وہ بالکل بے بس ہیں۔ ان میں نہ کسی کو فائدہ پہنچانے کی قدرت ہے اور نہ نقصان کی، اور ان کا یہ کہنا کہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کریں گے، غلط ہے کیونکہ اللہ نے یہ بات بتائی نہیں، پھر کیا تم آسمان وزمین کی باتوں کو اللہ سے زیادہ جانتے ہو جو تم کہتے ہو کہ وہ ہمارے سفارشی ہوں گے؟ معلوم ہوا کہ کائنات میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں کہ اگر اس کو مانا جائے تو وہ فائدہ پہنچائے، اگر نہ مانا جائے تو نقصان پہنچائے، بلکہ انبیاء اور اولیاء کی سفارش بھی اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ آڑے

وقت ان کے پکارنے یا نہ پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا۔اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو اپنا سفارشی سمجھ کر پوجے وہ بھی مشرک ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ أَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى إِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴾

''دیکھو اللہ ہی کے لئے خالص دین ہے اور جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو حمایتی بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی صرف اس لئے عبادت کرتے ہیں کہ وہ ہم کو مرتبہ میں اللہ کے نزدیک کر دیں، یقیناً اللہ ان کے اختلافات میں فیصلہ فرمائے گا۔ یاد رکھو کہ اللہ جھوٹے اور ناشکرے کی رہبری نہیں فرماتا۔'' (سورہ الزمر:۳)

اللہ کے سوا کوئی حمایتی نہیں

یعنی حق بات تو یہ تھی کہ اللہ انسان سے بہت ہی قریب ہے لیکن اس کو چھوڑ کر یہ بات تراشی کہ بت ہمیں اللہ سے قریب کر دیں گے اور ان کو اپنا حمایتی سمجھا اور اللہ کی اس نعمت کو کہ وہ براہ راست سب کی سنتا ہے اور سب کی امیدیں برلاتا ہے ٹھکرا دیا اور غیروں سے دعائیں کرنے لگے کہ وہ ان کی امیدیں برلائیں اور پھر طرّہ یہ کہ غلط اور نامعقول راہ سے اللہ کا قرب بھی تلاش کیا جاتا ہے۔ بھلا ان احسان فراموشوں اور جھوٹوں کو کیسے ہدایت ہوسکتی ہے۔ یہ تو اس ٹیڑھی راہ پر جس قدر چلیں گے اسی قدر سیدھی راہ سے دور ہوتے جائیں گے۔

اللہ کے سوا کوئی کارساز نہیں

اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی غیروں کو یہ سمجھ کر پوجے کہ ان کے پوجنے سے اللہ کی نزدیکی مل جائے گی وہ مشرک، جھوٹا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ٹھکرا دینے والا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ☆ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ﴾

''آپ فرما دیں کہ ایسا شخص کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا تصرف واختیار ہے اور وہ پناہ دینے والا بھی ہو اور اس کے مقابلے پر کوئی اور پناہ بھی نہ دے سکے اگر تمہیں علم ہے (تو جواب دو)؟ وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے، آپ فرما دیں پھر تم کیوں دیوانے بنے جاتے ہو؟'' (سورہ المومنون: ۸۸-۸۹)

یعنی اگر مشرکوں سے بھی پوچھا جائے کہ کائنات عالم میں وہ کون ہے جس کا تصرف واختیار ہے اور جس کے مقابلے پر کوئی کھڑا نہ ہو سکے؟ تو وہ اللہ ہی کو بتائیں گے۔ پھر غیروں کا ماننا دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ اللہ نے کسی کو کائنات میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں بخشی اور نہ ہی کوئی کسی کا حمایتی ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں عہد رسالت کے مشرک بھی بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ انہیں اسی کے بندے اور مخلوق سمجھتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ ان میں الٰہی قوتیں نہیں ہیں مگر انہیں پکارنا، ان کی منتیں ماننا، ان پر بھینٹ چڑھانا اور انہیں وکیل اور سفارشی سمجھنا ہی ان کا شرک تھا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی سے ایسا ہی برتاؤ کرے اگرچہ اسے بندہ اور مخلوق سمجھتا ہو، وہ اور ابوجہل دونوں شرک میں برابر ہیں۔

شرک کی حقیقت

شرک یہی نہیں ہے کہ کسی کو اللہ کے برابر یا اس کے مقابلے کا مانا جائے بلکہ شرک یہ بھی ہے کہ جو چیزیں اللہ پاک نے اپنی ذات والاصفات کے لئے مخصوص فرمالی ہیں اور بندوں پر بندگی کی علامتیں قرار دی ہیں، انہیں غیروں کے آگے بجالایا جائے مثلاً سجدہ، اللہ کے نام کی قربانی، منت، مشکل کے وقت پکارنا، اللہ تعالیٰ کو بذاتہ ہر جگہ حاضر سمجھنا، قدرت وتصرف وغیرہ میں دوسروں کا بھی کچھ حصہ جاننا؛ سب شرک کی مختلف شکلیں ہیں۔ سجدہ صرف اللہ ہی کی ذات اقدس کے لئے مخصوص ہے، قربانی اسی کے لئے کی جاتی ہے، منت اسی کی مانی جاتی ہے، مشکل کے وقت اسی کو پکارا جاتا ہے، وہی ہر جگہ حاوی ونگراں ہے اور ہر طرح کا تصرف واختیار اسی کے قبضے میں ہے۔ اگر ان میں سے کوئی صفت غیر اللہ میں بھی مانی جائے تو شرک ہے گو اس کو اللہ سے چھوٹا ہی سمجھا جائے اور اللہ کی مخلوق اور اس کا بندہ ہی مانا جائے۔ پھر اس معاملہ میں نبی، ولی، جنّ، شیطان، بھوت، پریت اور پری وغیرہ سب برابر ہیں، جس سے بھی یہ معاملہ کیا جائے شرک ہوگا اور کرنے والا مشرک ہوجائے گا۔ چنانچہ اللہ پاک نے بت پرستوں کی طرح یہودیوں اور عیسائیوں پر بھی عتاب کیا ہے، حالانکہ وہ بت پرست نہ تھے، البتہ انبیاء اور اولیاء سے ایسا ہی معاملہ رکھتے تھے، فرمایا:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰھاً وَّاحِداً لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ﴾

''انہوں نے اللہ کے بجائے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ انہیں ایک ہی اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جسکے سوا کوئی عبادت کے

لائق نہیں جو مشرکوں کے شرک سے پاک اور بلند و برتر ہے۔'' (سورہ التوبہ:۳۱)

یعنی اللہ کو تو سب سے بڑا مالک جانتے ہیں اور اس سے چھوٹے دوسرے مالکوں کے بھی قائل ہیں جو ان کے مولوی اور درویش ہیں۔ انہیں اس بات کا حکم نہیں ملا، وہ شرک کرر ہے ہیں۔ اللہ پاک تو تن تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا سب اس کے بے بس بندے ہیں اور بے بسی میں برابر ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْداً☆ لَقَدْ اَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدّاً☆ وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْداً﴾

''آسمان و زمین کا ایک ایک شخص رحمٰن کے سامنے غلامانہ حیثیت میں آنے والا ہے۔ رب نے انہیں شمار کر رکھا ہے اور ایک ایک کو گن رکھا ہے اور سارے اس کے سامنے فرداً فرداً آنے والے ہیں۔'' (سورہ مریم:۹۳-۹۵)

یعنی انسان ہو یا فرشتہ اللہ کا غلام ہے، اللہ کے سامنے اس کا اس سے زیادہ رتبہ نہیں، یہ اللہ کے قبضے میں ہے اور عاجز و بے بس ہے، اس کے اختیار میں کچھ نہیں، سب کچھ مالک الملک کے اختیار میں ہے۔ وہی سب پر قابض و متصرّف ہے۔ کسی کو کسی کے قبضے میں نہیں دیتا۔ وہاں نہ کوئی کسی کا وکیل بنے گا اور نہ حمایتی۔ قرآن پاک میں ان مضامین کے سلسلے میں سینکڑوں آیتیں ہیں لیکن ہم نے نمونے کے طور پر چند آیتیں لکھ دی ہیں، جس شخص نے انہیں سمجھ لیا وہ ان شاء اللہ شرک اور توحید کو اچھی طرح سمجھ جائے گا۔

دوسرا باب

شرک کی قسمیں

اب یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ پاک نے کون کون سی چیزیں اپنی ذات کے لئے مخصوص فرمائی ہیں تا کہ ان میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ ایسی چیزیں بے شمار ہیں، ہم یہاں چند چیزوں کو بیان کر کے قرآن وحدیث سے ثابت کریں گے تا کہ لوگ ان کی مدد سے دوسری باتیں سمجھ لیں۔

۱-علم میں شرک

پہلی چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بحیثیت علم ہر جگہ حاضر وناظر ہے یعنی اس کا علم ہر چیز کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر چیز سے ہر وقت باخبر ہے۔ خواہ وہ چیز دور ہو یا قریب، پوشیدہ ہو یا ظاہر، آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہو یا سمندروں کی تہ میں، یہ اللہ ہی کی شان ہے کسی اور کی یہ شان نہیں۔ اگر کوئی اٹھتے بیٹھتے کسی غیر اللہ کا نام لے، یا دور ونزدیک سے اسے پکارے کہ وہ اس کی مصیبت رفع کردے، یا دشمن پر اس کا نام پڑھ کر حملہ کرے، یا اس کے نام کا ختم پڑھے، یا اس کے نام کا وردر کھے، یا اس کا تصور ذہن میں جمائے اور یہ عقیدہ رکھے کہ جس وقت میں زبان سے اس کا نام لیتا ہوں، یا دل میں تصور، یا اس کی صورت کا خیال کرتا ہوں، یا اس کی قبر کا دھیان کرتا ہوں تو اس کو خبر ہوتی ہے۔ میری کوئی بات اس سے چھپی ہوئی نہیں۔ اور مجھ پر جو حالات گزرتے

ہیں جیسے بیماری وصحت، فراخی وتنگی، موت وحیات اورغم ومسرّت؛ اس کوان سب کی ہر وقت خبر رہتی ہے۔ جو بات میری زبان سے نکلتی ہے وہ اسے سن لیتا ہے اور میرے دل کے خیالات اور تصورات سے واقف رہتا ہے۔ ان تمام باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔ یہ شرک فی العلم ہے یعنی حق تعالیٰ جیسا علم غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا۔ بلاشبہ اس عقیدے سے انسان مشرک ہو جاتا ہے، خواہ یہ عقیدہ کسی بڑے سے بڑے انسان کے متعلق رکھے یا مقرب سے مقرب فرشتے کے بارے میں، چاہے اس کا یہ علم ذاتی سمجھا جائے یا اللہ کا عطا کیا ہوا، ہر صورت میں شرکیہ عقیدہ ہے۔

۲-تصرف میں شرک

کائنات میں ارادے سے تصرف واختیار کرنا، حکم چلانا، خواہش سے مارنا اور زندہ کرنا، فراخی وتنگی، تندرستی وبیماری، فتح وشکست، اقبال وادبار، مرادیں برلانا، بلائیں ٹالنا، مشکل میں دستگیری کرنا اور وقت پڑنے پر مدد کرنا؛ یہ سب کچھ اللہ ہی کی شان ہے، کسی غیر اللہ کی یہ شان نہیں، خواہ وہ کتنا ہی بڑا انسان یا فرشتہ کیوں نہ ہو۔ پھر جو شخص اللہ کے بجائے کسی اور میں ایسا تصرف ثابت کرے، اس سے مرادیں مانگے اور اسی غرض سے اس کے نام کی منت مانے یا قربانی کرے اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے کہ وہ اس کی بلائیں ٹال دے، ایسا شخص مشرک ہے اور اس کو شرک فی التصرف کہا جاتا ہے۔ یعنی اللہ کا سا تصرف غیر اللہ میں مان لینا شرک ہے، خواہ وہ ذاتی مانا جائے یا اللہ کا دیا ہوا۔ ہر صورت میں یہ عقیدہ شرکیہ ہے۔

۳-عبادت میں شرک

اللہ تعالیٰ نے بعض کام اپنی عبادت کے لئے مخصوص فرما دیے ہیں جن کو عبادات کہا جاتا

ہے جیسے سجدہ، رکوع، ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا، اللہ کے نام پر خیرات کرنا، اس کے نام کا روزہ رکھنا اور اس کے مقدس گھر کی زیارت کے لئے دور دور سے سفر کر کے آنا اور ایسی ہیئت میں آنا کہ لوگ پہچان جائیں کہ یہ زائرین حرم ہیں۔ راستے میں اللہ ہی کا نام پکارنا، نامعقول باتوں سے اور شکار سے بچنا، پوری احتیاط سے جا کر اس کے گھر کا طواف کرنا، اس کی طرف سجدہ کرنا، اس کی طرف قربانی کے جانور لے جانا، وہاں منتیں ماننا، کعبہ پر غلاف چڑھانا، کعبہ کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعائیں مانگنا، دین و دنیا کی بھلائیاں طلب کرنا، حجر اسود کو چومنا، کعبہ کی دیوار سے منہ اور چھاتی لگانا، اس کا غلاف پکڑ کر دعائیں مانگنا، اس کے چاروں طرف روشنی کرنا، اس میں خادم بن کر رہنا، جھاڑو دینا، حاجیوں کو پانی پلانا، وضو کے لئے اور غسل کے لئے پانی مہیا کرنا، آب زمزم کو تبرک سمجھ کر پینا، بدن پر ڈالنا، سیر ہو کر پینا، آپس میں تقسیم کرنا، عزیز و اقارب کے لئے لے جانا، اس کے آس پاس کے جنگل کا ادب و احترام کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، جانور نہ چرانا؛ یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے طور پر مسلمانوں کو بتائے ہیں۔ پھر اگر کوئی شخص نبی کو، یا ولی کو، یا بھوت و پریت کو، یا جن و پری کو، یا کسی سچی یا جھوٹی قبر کو، یا کسی کے تھان، یا چلے کو، یا کسی کے مکان و نشان کو، یا کسی کے تبرک و تابوت کو سجدہ کرے، یا رکوع کرے، یا اس کے لئے روزہ رکھے، یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جائے، یا چڑھاوا چڑھائے، یا ان کے نام کا جھنڈا لگائے، یا جاتے وقت الٹے پاؤں چلے، یا قبر کو چومے، یا قبروں، یا دیگر مقامات کی زیارت کے لئے دور سے سفر کر کے جائے، یا وہاں چراغ جلائے اور روشنی کا انتظام کرے، یا ان کی دیواروں پر غلاف چڑھائے، یا قبر پر چادر چڑھائے، یا مور چھل جھلے، یا شامیانہ تانے،

یا ان کی چوکھٹ کا بوسہ لے، یا ہاتھ باندھ کر دعائیں مانگے، یا مرادیں مانگے، یا مجاور بن کر خدمت کرے، یا اس کے آس پاس کے جنگل کا ادب کرے۔ غرض اس قسم کا کوئی کام کرے تو اس نے کھلا شرک کیا، اس کو "**شرک فی العبادات**" کہتے ہیں۔

یعنی غیر اللہ کی تعظیم اللہ کی سی کرنا، خواہ یہ عقیدہ ہو کہ وہ ذاتی اعتبار سے ان تعظیموں کے لائق ہے، یا اللہ ان کی اس طرح تعظیم کرنے سے خوش ہوتا ہے اور اس کی تعظیم کی برکت سے بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ ہر صورت میں یہ شرکیہ عقیدہ ہے۔

۴- روزمرہ کے کاموں میں شرک

حق تعالیٰ نے بندوں کو یہ ادب سکھایا ہے کہ وہ دنیوی کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اس کی تعظیم بجالائیں تاکہ ایمان بھی سنور جائے اور کاموں میں برکت بھی ہو، جیسے: مصیبت کے وقت اللہ کی نذر مان لینا، اور مشکل کے وقت اسی کو پکارنا، اور کام شروع کرتے وقت برکت کے لئے اسی کا نام لینا۔ اگر اولاد ہو تو اس نعمت کے شکریہ کے لئے اس کے نام پر جانور ذبح کرنا۔ اولاد کا نام عبداللہ، عبدالرحمٰن، الٰہی بخش، اللہ دیا، امۃ اللہ اور اللہ دی وغیرہ رکھنا۔ کھیتی کی پیداوار میں تھوڑا سا غلہ اس کے نام کا نکالنا۔ پھلوں میں سے کچھ پھل اس کے نام کے نکالنا۔ جانوروں میں سے کچھ جانور اللہ کے نام کے مقرر کرنا اور اس کے نام کے جو جانور بیت اللہ کو لے جائے جائیں ان کا ادب واحترام بجالانا یعنی نہ ان پر سوار ہونا نہ انہیں لادنا۔ کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے میں اللہ کے حکم پر چلنا۔ جن چیزوں کے استعمال کا حکم ہے صرف انہیں استعمال کرنا اور جن کی ممانعت ہے ان سے باز رہنا۔ دنیا میں گرانی اور ارزانی، صحت و بیماری، فتح وشکست، اقبال وادبار اور رنج ومسرت جو کچھ بھی پیش آتا ہے

سب کو اللہ کے اختیار میں سمجھنا۔ ہر کام کا ارادہ کرتے وقت ان شاء اللہ کہنا، مثلاً یوں کہنا کہ ان شاء اللہ ہم فلاں کام کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کو اس عظمت کے ساتھ لینا جس سے اس کی تعظیم نمایاں ہو اور اپنی غلامی کا اظہار ہوتا ہو، جیسے یوں کہنا: ہمارا مالک، ہمارا خالق، ہمارا معبود وغیرہ۔ اگر کسی موقع پر قسم کھانے کی ضرورت پڑ جائے تو اسی کے نام کی قسم کھانا؛ یہ تمام باتیں اور اسی قسم کی دیگر باتیں اللہ پاک نے اپنی تعظیم ہی کے واسطے مقرر فرمائی ہیں۔ پھر جو کوئی اسی قسم کی تعظیم غیر اللہ کی کرے مثلاً: کام رکا ہوا ہو یا بگڑ رہا ہو اس کو چالو کرنے یا سنوارنے کے لئے غیر اللہ کی نذر مان لی جائے، اولاد کا نام عبد النبی، امام بخش، پیر بخش رکھا جائے، کھیت و باغ کی پیداوار میں ان کا حصہ رکھا جائے، جب پھل تیار ہو کر آئیں تو پہلے ان کے نام کا حصہ الگ کر دیا جائے تب اسے استعمال میں لایا جائے، جانوروں میں ان کے نام کے جانور مقرر کر دیئے جائیں، پھر ان کا ادب واحترام بجالایا جائے، پانی سے یا چارے سے انہیں نہ ہٹایا جائے، لکڑی سے یا پتھر سے انہیں نہ مارا جائے اور کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے میں رسموں کا خیال رکھا جائے کہ فلاں فلاں لوگ فلاں فلاں کھانا نہ کھائیں، فلاں فلاں کپڑا نہ پہنیں، بی بی[1] کی صحنک مرد نہ کھائیں، لونڈی نہ

---

[1] ''بی بی'' سے مراد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کے نام کی نیاز ''بی بی کی صحنک'' کہلاتی تھی۔ ''صحنک''، یعنی مٹی کا چھوٹا طباق۔ کہا جاتا ہے کہ یہ نیاز جہانگیر کے زمانے میں شروع ہوئی۔ بادشاہ نے نور جہاں سے شادی کی اور اس کا اثر ورسوخ بہت بڑھ گیا تو جہانگیر کی بعض بیگمات نے یہ رسم ایجاد کی اور شرط یہ رکھی کہ اس نیاز میں وہی عورتیں شریک ہو سکتی ہیں جنہوں نے نکاح ثانی نہ کیا ہو۔ اس شے کو وہ =

کھائے اور شوہر والی عورت نہ کھائے، شاہ عبدالحق کا توشہ حقہ پینے والا نہ کھائے، دنیا کی بھلائی برائی کو انہیں کی طرف منسوب کیا جائے کہ فلاں فلاں ان کی لعنت میں گرفتار ہے، پاگل ہوگیا ہے، فلاں محتاج ہے انہیں کا دھتکارا ہوا تو ہے اور دیکھو فلاں کو انہوں نے نوازا تھا آج سعادت واقبال اس کے پاؤں چوم رہے ہیں، فلاں تارے کی وجہ سے قحط آیا، فلاں کام فلاں ساعت میں فلاں دن شروع کیا گیا تھا اس لئے پورا نہ ہوا، یا یہ کہا جائے کہ اگر اللہ اور رسول چاہے گا تو میں آؤں گا، یا پیر صاحب کی مرضی ہوگی تو یہ بات ہوگی، یا گفتگو میں داتا، بے پرواہ، خداوند خدائیگان، مالک الملک اور شہنشاہ جیسے الفاظ استعمال کئے جائیں، قسم کی ضرورت پڑ جائے تو نبی یا قرآن کی، یا علی رضی اللہ عنہ کی، یا امام و پیر کی، یا ان کی قبروں یا اپنی جان کی قسم کھائی جائے۔ ان تمام باتوں سے شرک پیدا ہوتا ہے اور اس کو **''شرک فی العادت''** کہتے ہیں، یعنی عام کاموں میں جیسی اللہ کی تعظیم کرنی چاہیے ویسی غیر اللہ کی تعظیم کی جائے۔ شرک کی ان چاروں قسموں کا قرآن وحدیث میں صراحت کے ساتھ بیان آیا ہے، لہٰذا ہم نے یہ مسائل آئندہ پانچ ابواب میں ذکر کئے ہیں۔

= پاک دامنی کا کمال جانتی تھیں۔ مقصود اس سے محض نور جہاں کی سبکی اور توہین تھی۔ رفتہ رفتہ یہ نیاز عام ہوگئی۔ شاہ شہید رحمہ اللہ کے زمانے میں گھر گھر اس کا رواج ہوگیا تھا اور اس میں کئی شرطیں بڑھادی گئی تھیں۔

تیسرا باب

شرک کی برائی -توحید کی خوبیاں

شرک معاف نہیں ہوسکتا

﴿اِنَّ اللّٰـهَ لَايَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاً بَعِيْداً﴾

''یادرکھواللہ پاک اپنے ساتھ شرک کئے جانے کومعاف نہیں فرماتا اوراس کے سوا جسے چاہے معاف فرمادے اور جس نے شرک کیا وہ راہ سے بہت دور بھٹک گیا۔''(سورہ النساء:۱۱۶)

یعنی اللہ کی راہ سے بھٹکنا یہ بھی ہے کہ انسان حلال وحرام میں تمیز نہ کرے، چوری کرے، بیکاری میں مبتلا رہے، نماز روزہ چھوڑ بیٹھے، بیوی بچوں کی حق تلفی کرنے لگے، ماں باپ کی نافرمانی پرتلا رہے۔لیکن جوشرک کی دلدل میں پھنس گیاوہ راہ سے زیادہ بھٹک گیا، کیونکہ وہ ایک ایسے گناہ میں متبلا ہوگیا جس کوحق تعالیٰ بلاتوبہ کبھی نہ معاف فرمائے گا اور دوسرے گناہوں کوشاید اللہ تعالیٰ بلاتوبہ معاف فرمادے۔معلوم ہوا کہ شرک ناقابل عفو(معافی) جرم ہے اس کی سزا قطعی مل کررہے گی، اگرانتہائی درجہ کا شرک ہے جس سے انسان کافر ہوجاتا ہےتو اس کی سزاابدی جہنم ہے، نہ اس سے نکالا جائے گا اور نہ اس میں اسے چین اور آرام میسر آئے گا، اور جوکم درجے کےشرک ہیں ان کی سزاحق تعالیٰ کے یہاں جومقرر ہے

وہ ضرور ملے گی۔[1]

اور دیگر گناہوں کی حق تعالیٰ کے یہاں جو سزائیں مقرر ہیں وہ اللہ کی مرضی پر ہیں، خواہ دے یا نہ دے۔

شرک کی مثال

یہ بھی معلوم ہوا کہ شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔ اس کو اس مثال سے سمجھو، مثلاً بادشاہ کے یہاں رعیت کے لئے ہر قسم کی سزائیں مقرر ہیں، مثلاً چوری، ڈکیتی، پہرہ دیتے دیتے سوجانا، دربار میں دیر سے پہنچنا، میدان جنگ سے بھاگ آنا، اور سرکار کے پیسے پہنچانے میں کوتاہی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ ان سب جرموں کی سزائیں مقرر ہیں۔ اب بادشاہ کی مرضی ہے چاہے تو سزا دے اور چاہے معاف کردے، لیکن بعض جرائم ایسے ہوتے ہیں جن سے بغاوت ظاہر ہوتی ہے، مثلاً کسی امیر کو، یا وزیر کو، یا چودھری کو، یا رئیس کو، یا بھنگی کو، یا چمار کو بادشاہ کی موجودگی میں بادشاہ بنادیا جائے، تو اس قسم کی حرکت بغاوت ہے۔ یا ان میں سے کسی کے واسطے تاج یا تخت شاہی بنایا جائے، یا اسے ظلّ سبحانی کہا جائے، یا اس کے سامنے شاہانہ آداب بجالائے جائیں، یا اس کے لئے ایک جشن کا دن ٹھہرایا جائے اور بادشاہ کی سی نذر دی جائے۔ یہ جرم تمام جرموں سے بڑا ہے اور اس جرم کی سزا یقیناً ملنی چاہئیے۔ جو بادشاہ اس قسم کے جرائم کی سزاؤں سے غفلت برتتا ہے اس کی سلطنت کمزور ہوتی ہے۔ ارباب دانش اس قسم کے بادشاہ کو نااہل کہتے ہیں۔ لوگو! اس مالک الملک غیرت مند

---

[1] شرک اکبر ہو یا اصغر بہرحال ممنوع ہے اور توحید کے منافی۔

بادشاہ سے ڈر جاؤ جس کی طاقت کا حد وشمار نہیں ، وہ اعلیٰ درجے کا غیرت والا ہے، بھلا وہ مشرکوں کو کیوں سزا نہ دے گا اور بلا سزا انہیں کیونکر چھوڑ دے گا؟ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں پر رحم فرمائے اور انہیں شرک جیسی خطرناک آفت سے محفوظ رکھے۔ آمین

شرک سب سے بڑا عیب ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَاتُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾

''جب لقمان علیہ السلام نے نصیحت کرتے وقت اپنے بیٹے سے کہا: بیٹا! اللہ کے ساتھ شریک نہ کرنا، شرک یقیناً بڑا بھاری ظلم ہے۔'' (لقمان:۱۳)

یعنی اللہ پاک نے حضرت لقمان کو بصیرت عطا فرمائی تھی ، انہوں نے عقل سے معلوم کیا کہ کسی کا حق کسی کو دے دینا بڑی بے انصافی ہے۔ پھر جس نے اللہ کا حق اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دے دیا اس نے بڑے سے بڑے کا حق ذلیل شخص کو دے دیا ، کیونکہ اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے مقابلے میں اس کی مخلوق کی غلامانہ حیثیت ہے، جیسے کوئی تاج شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے، بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا بے انصافی ہوگی۔ یقین مانو کہ ہر شخص خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرب فرشتہ اس کی حیثیت شان الوہیت کے مقابلے پر ایک چمار کی حیثیت سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ معلوم ہوا کہ جس طرح شریعت نے شرک کو بڑا بھاری گناہ بتایا' اسی طرح عقل بھی اس کو بڑا گناہ مانتی ہے۔ شرک تمام عیبوں سے بڑا عیب ہے۔ سچی بات یہی ہے، کیونکہ انسان میں سب سے بڑا عیب یہی ہے

کہ وہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے، پھر اللہ سے بڑھ کر بڑا کون ہوسکتا ہے اور شرک اس کی شان میں بے ادبی ہے۔

توحید ہی راہ نجات ہے

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾

''آپ (ﷺ) سے پہلے ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہم نے اس کو یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں، لہٰذا میری ہی عبادت کرو۔'' (سورہ انبیاء: ۲۵)

یعنی تمام رسول اللہ کے پاس سے یہی حکم لے کر آئے کہ صرف اللہ ہی کو مانا جائے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانا جائے۔ معلوم ہوا کہ توحید کا حکم اور شرک سے ممانعت تمام شریعتوں کا ایک متفقہ مسئلہ ہے، اس لئے صرف یہی راہ نجات ہے، باقی تمام راہیں غلط ہیں۔

اللہ تعالیٰ شرک سے بیزار ہے

((وَاَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَنَا اَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيَ غَيْرِيْ تَرَكْتُهٗ وَشِرْكَهٗ وَاَنَا مِنْهُ بَرِيْءٌ))

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''حق تعالیٰ

نے فرمایا: میں شریکوں میں سب سے زیادہ شرک سے بے پرواہ ہوں، جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں اس نے میرے ساتھ غیر کو شریک کیا تو میں اس کو اور اس کے شریک کو چھوڑ دیتا ہوں اور اس سے بیزار ہو جاتا ہوں۔'' [1]

یعنی جس طرح اور لوگ اپنی مشترک چیز آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں میں اس طرح نہیں کرتا، کیونکہ میں بے پرواہ ہوں۔ جس نے میرے لئے عمل کیا اور اس میں غیر کو بھی شریک کر لیا تو میں اپنا حصہ بھی نہیں لیتا، بلکہ سارا عمل دوسرے ہی کے لئے چھوڑ دیتا ہوں اور اس سے بیزار ہو جاتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ کے واسطے کوئی عمل کرے اور وہی عمل کسی غیر اللہ کے واسطے کرے تو اس نے شرک کیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرکوں کی عبادت جو اللہ کے لئے کی جائے، نا قابل قبول ہے، حق تعالیٰ اس سے بیزار ہے۔

ازل میں توحید کا اقرار

فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

﴿وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ☆اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ

[1] مشکوۃ میں اس کے بعد یہ الفاظ بھی ہیں: ترجمہ: ''میں اس سے بیزار ہوں۔ جس کے لئے اس نے یہ کام کیا ہے وہی اس کو اس کا بدلہ دے''۔ (مشکوۃ مطبوعہ مجتبائی ۴۵۴/۲۔ ''الادراک لتخریج احادیث ردّ الاشراک'' شمولہ ''قطف الثمر'' نواب صدیق حسن خاں ۳۳۔)

اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾

''اور جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی اور ان سے اقرار کروایا (یعنی ان سے پوچھا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ کہنے لگے: کیوں نہیں! ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا رب ہے) یہ ہم نے اقرار اس لئے کروایا کہ کہیں تم قیامت کے روز کہنے لگو کہ ہم تو اس بات سے غافل تھے، یا کہنے لگو کہ ہمارے باپ دادا نے پہلے سے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کی اولاد تھے (جو) ان کے بعد (پیدا ہوئے) تو کیا جو کام اہل باطل کرتے رہے اس کے بدلے تو ہمیں ہلاک کرتا ہے؟'' (سورہ الاعراف: ۱۷۲-۱۷۳)

((اَخْرَجَ اَحْمَدُ عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ فِيْ تَفْسِيْرِ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: ﴿ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَتَهُمْ﴾ قَالَ جَمَعَهُمْ فَجَعَلَهُمْ اَزْوَاجاً ثُمَّ صَوَّرَهُمْ فَاسْتَنْطَقَهُمْ فَتَكَلَّمُوْا ثُمَّ اَخَذَ عَلَيْهِمُ الْعَهْدَ وَالْمِيْثَاقَ ﴿وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلىٰ﴾ قَالَ فَاِنِّيْ اُشْهِدُ عَلَيْكُمُ السَّمَاوَاتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِيْنَ السَّبْعَ وَ اُشْهِدُ عَلَيْكُمْ اَبَاكُمْ آدَمَ ﴿اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ لَمْ نَعْلَم بِهٰذَا اِعْلَمُوْا اَنَّهُ لَا اِلٰهَ غَيْرِىْ وَلَا تُشْرِكُوْا بِىْ شَيْئاً اِنِّىْ سَاُرْسِلُ اِلَيْكُمْ رُسُلِىْ يُذَكِّرُوْنَ عَهْدِىْ وَ مِيْثَاقِىْ وَ اُنْزِلُ عَلَيْكُمْ كُتُبِىْ قَالُوْا شَهِدْنَا بِاَنَّكَ رَبُّنَا وَاِلٰهُنَا لَا

رَبَّ لَنَا غَيْرُكَ وَلَا اِلٰهَ لَنَا غَيْرُكَ)) [1]

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس آیت ﴿ کہ جب آپ کے رب نے آدم کی اولاد سے عہد لیا تھا﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ پاک نے اولاد آدم کو جمع فرمایا، پھر انہیں جوڑا جوڑا بنایا، پھر ان کی صورتیں بنائیں، پھر انہیں قوت گویائی بخشی ۔ جب وہ بولنے لگے تو ان سے عہد و پیمان لیا اور ان پر خود ان ہی کو گواہ بنا کر فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ: بے شک آپ ہمارے رب ہیں۔

---

[1] ((فَاَقَرُّوْا بِذٰلِكَ وَرَفَعَ عَلَيْهِمْ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ فَرَاَى الْغَنِيَّ وَالْفَقِيْرَ وَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَقَالَ رَبِّ لَوْ لَا سَوَّيْتَ بَيْنَ عِبَادِكَ؟ قَالَ((اِنِّيْ اَحْبَبْتُ اَنْ اُشْكَرَ)) وَرَاَى الْاَنْبِيَآءَ فِيْهِمْ مِثْلُ سُرُجٍ عَلَيْهِمُ النُّوْرُ وَ خُصُّوْا بِمِيْثَاقٍ آخَرَ فِي الرِّسَالَةِ وَالنُّبُوَّةِ وَ هُوَ قَوْلُهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى ﴿ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾۔

پس انہوں نے اس بات کا اقرار کیا۔ اور ان پر حضرت آدم علیہ السلام کو بلند کیا کہ کہاں سب کو دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان میں دولت مند بھی ہیں اور فقیر بھی۔ خوبصورت بھی ہیں اور بدصورت بھی۔ تو سوال کیا۔ اے پروردگار! تو نے کیوں ان سب کو یکساں نہیں بنایا؟ فرمایا: میں پسند کرتا ہوں کہ میرا شکر کیا جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان لوگوں میں انبیاء کرام علیہم السلام بھی ہیں۔ وہ چراغوں کی طرح روشن ہیں اور ان کے چہروں پر نور ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ نے رسالت و نبوت کے سلسلے میں اقرار بھی لیا۔ اس سے مراد وہ اقرار جس کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے (اور وہ وقت بھی تھا) جب ہم نے پیغمبروں سے عہد لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے۔

فرمایا: میں ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو تم پر گواہ بناتا ہوں اور تمہارے باپ آدم کو بھی، ﴿کہیں قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو﴾ کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔ یقین مانو کہ نہ میرے سوا کوئی معبود ہے اور نہ کوئی رب ہے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا، میں تمہارے پاس اپنے رسول بھیجتا رہوں گا جو تمہیں میرا یہ عہد و پیمان یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں اتاروں گا۔ سب نے جواب دیا کہ ہم اقرار کر چکے ہیں کہ آپ ہمارے رب اور معبود ہیں، آپ کے سوا نہ کوئی ہمارا رب ہے، نہ آپ کے علاوہ کوئی ہمارا معبود ہے۔ (مسند احمد)

شرک سند نہیں بن سکتا

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مندرجہ بالا آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ پاک نے تمام اولاد آدم کو ایک جگہ جمع فرمایا، پھر ان کے جوڑے جوڑے لگائے، مثلاً پیغمبروں کو، اولیاء کو، شہیدوں کو، نیک لوگوں کو، فرمانبرداروں کو، نافرمانوں کو اور سب کو علیحدہ علیحدہ کیا۔ اسی طرح یہودیوں کو، عیسائیوں کو، مشرکوں کو اور ہر ایک دین والے کو جدا جدا کیا۔ پھر جس کسی کو دنیا میں جو صورت دینی تھی اسی صورت میں اسے وہاں ظاہر فرمایا، کسی کو خوبصورت، کسی کو بدصورت، کسی کو بینا، کسی کو نابینا، کسی کو ناطق، کسی کو گونگا اور کسی کو لنگڑا۔ پھر انہیں قوت گویائی بخشی اور ان سے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ آخر سب نے اس کے رب ہونے کا اقرار کیا۔ پھر ان سے یہ عہد و پیمان لیا کہ میرے سوا کسی کو حاکم اور مالک نہ سمجھنا اور میرے سوا کسی کو معبود نہ ماننا۔ ان سب نے عہد و پیمان کیا، حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام،

ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو گواہ بنایا اور فرمایا کہ تمہارے اس اقرار کو یاد دلانے کے لئے پیغمبر آئیں گے اور اپنے ساتھ آسمانی کتابیں لائیں گے۔ روز ازل ہر شخص تنہا تنہا توحید کا اقرار اور شرک سے انکار کر آیا ہے، لہٰذا شرک میں کسی کو بطور نظیر کے نہ پیش کیا جائے؛ نہ پیر و فقیر کو، نہ شیخ کو، نہ باپ دادا کو، نہ بادشاہ کو، نہ مولوی کو اور نہ بزرگ کو۔

بھول کا عذر قبول نہ ہوگا

اگر کوئی خیال کرے کہ دنیا میں آ کر ہمیں وہ اقرار یاد نہیں رہا، اب اگر ہم شرک کریں تو ہماری پکڑ نہ ہوگی، کیوں کہ بھول میں پکڑ نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کو بہت سی باتیں یاد نہیں رہتیں لیکن معتبر اشخاص کے یاد دلانے پر یقین آ جاتا ہے۔ مثلاً کسی کو اپنی تاریخ ولادت یاد نہیں، پھر لوگوں سے سن کر یقین سے کہتا ہے کہ میری تاریخ ولادت فلاں سن، فلاں دن اور فلاں ساعت ہے۔ لوگوں سے سن کر ہی ماں باپ کو پہچانتا ہے، کسی اور کو ماں نہیں سمجھتا، اگر کوئی اپنی ماں کا حق ادا نہ کرے اور کسی اور کو ماں بتادے تو دنیا اس پر تھو کے گی، اور اگر وہ یہ جواب دے کہ بھلے آدمیو! مجھے تو اپنا پیدا ہونا یاد نہیں کہ میں اس کو ماں سمجھوں، تم بلا وجہ مجھے برا کہہ رہے ہو، تو لوگ اسے پرلے درجے کا بیوقوف اور بڑا ہی بے ادب سمجھیں گے۔ معلوم ہوا کہ جب عوام کے کہنے سے انسان کو بہت سی باتوں کا یقین ہو جاتا ہے، تو نبیوں کی تو شان ہی بڑی ہے، ان کے بتانے سے کس طرح یقین نہیں آ سکتا؟

رسولوں اور کتابوں کی بنیادی تعلیم

معلوم ہوا کہ توحید اختیار کرنے کی اور شرک سے بچنے کی عالم ارواح میں سب کو فرداً فرداً تاکید کر دی گئی ہے، تمام پیغمبر اسی کو یاد دلانے اور اسی عہد کی تجدید کے لئے بھیجے گئے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا فرمان عالی شان اور ایک سو چار الہامی کتابوں کا مرکزی علم اسی ایک نکتہ میں ہے کہ خبر دار توحید میں خلل نہ آنے دو اور شرک کے پاس بھی نہ پھٹکو، اللہ کے سوا کسی کو حاکم اور متصرف نہ سمجھو، نہ غیر اللہ کو مالک مانو کہ اس سے اپنی مرادیں مانگو اور اس کے پاس مرادیں لے آو۔

مندرجہ ذیل حدیث کے معلوم ہونے کے بعد تو کسی حالت میں بھی شرک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

((وَ اَخْرج اَحمدُ عن مُعاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَاتُشْرِكْ بِاللّٰہِ شَیْئاً وَاِن قُتِلْتَ وَ حُرِقْتَ))۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر، خواہ تجھے مار ڈالا جائے یا جلا دیا جائے۔" (مسند احمد)

یعنی اللہ کے سوا کسی کو اپنا معبود نہ تسلیم کر اور اس بات کی پرواہ نہ کر کہ کوئی جن یا شیطان تجھے ستائے گا۔ جس طرح مسلمانوں کو ظاہری مصائب پر صبر کرنا چاہئے اور ان کے ڈر سے اپنا ایمان نہ بگاڑنا چاہئے، اسی طرح باطنی تکلیفوں پر بھی (جن، بھوت وغیرہ کی ایذاؤں پر بھی) صبر سے کام لینا چاہئے کہ درحقیقت ہر چیز خواہ تکلیف ہو یا آرام اللہ کے اختیار میں

ہے۔اللہ تعالیٰ کبھی کبھی ایمان والوں کی آزمائش فرماتا ہے،مومن کو بقدر ایمان آزمایا جاتا ہے،کبھی بروں کے ہاتھوں سے نیکوں کو تکلیفیں پہنچائی جاتی ہیں تاکہ مخلصوں اور منافقوں میں تمیز ہو جائے۔لہٰذا جس طرح بظاہر پارساؤں کو نافرمانوں سے اور مسلمانوں کو کافروں سے اللہ کے ارادے سے تکلیفیں پہنچ جاتی ہیں اور وہ صبر ہی سے کام لیتے ہیں،تکلیفوں سے گھبرا کر ایمان نہیں بگاڑتے،اسی طرح کبھی کبھی نیک لوگوں کو جنوں اور شیطانوں سے اللہ کے ارادے سے تکلیف پہنچ جاتی ہے۔لہٰذا اس پر صبر وتحمل سے کام لیا جائے اور تکلیف کے اندیشے سے انہیں ہرگز ہرگز نہیں ماننا چاہیئے۔معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص شرک سے متنفر ہو کر غیر اللہ کو چھوڑ دے،ان کی نذر و نیاز کی مذمت کرے اور غلط رسموں کو مٹائے،پھر اس راہ میں اس کو کچھ مالی یا جانی نقصان پہنچ جائے یا کوئی شیطان اسے کسی پیر وشہید کے نام سے ستانے لگے،تو وہ یہ سمجھ لے کہ اللہ پاک میرا ایمان آزما رہا ہے۔اس لئے اسے خندہ پیشانی سے سہہ لینا چاہیئے۔یاد رکھو! جس طرح اللہ پاک ظالموں کو ڈھیل دے کر پکڑتا ہے اور مظلوموں کو ان کے پنجہ استبداد سے چھڑاتا ہے،اسی طرح ظالم جنوں کو بھی وقت آنے پر پکڑے گا اور پرستاران توحید کو ان کے ظلم سے نجات بخشے گا۔

((وَاَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَجُلٌ : یَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَیُّ ذَنْبٍ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ تَدْعُوَ لِلّٰهِ نِدّاً وَ هُوَ خَلَقَكَ))۔
ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ فرمایا کہ ”تو کسی کو اللہ جیسا سمجھ کر پکارے حالانکہ اللہ نے تجھے پیدا کیا ہے۔“ (بخاری ومسلم)

یعنی جس طرح اللہ کو (اس کے علم وقدرت کے لحاظ سے) حاضر وناظر سمجھا جاتا ہے اور کائنات کا تصرف اسی کے قبضے میں بتایا جاتا ہے، اسی وجہ سے ہر مشکل کے وقت اسے پکارا جاتا ہے، اسی طرح غیر اللہ کو اسی صفت سے متصف مان کر پکارنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ اس لئے کہ کسی میں بھی حاجت برلانے کی اور ہر جگہ حاضر وناظر رہنے کی صلاحیت نہیں۔ علاوہ ازیں جب ہمارا خالق اللہ ہے تو ہمیں اپنے مشکل اوقات میں اسی کو پکارنا چاہئے، کسی اور سے ہمیں کیا واسطہ۔ جیسے کوئی کسی بادشاہ کا غلام ہوگیا تو وہ اپنی ہر ضرورت اپنے بادشاہ ہی کے پاس لے جائے گا، اسے دوسرے بادشاہوں سے کیا واسطہ۔ کسی بھنگی، چمار کا تو ذکر ہی کیا ہے، اور یہاں تو کوئی دوسرا ہے ہی نہیں جو اللہ کے مقابلے کا ہو۔ پھر دوسرے کے پاس ضرورت کو لے جانا نادانی نہیں تو اور کیا ہے؟

توحید اور مغفرت

((اَخْـرَجَ التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَنسٍ رَضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ یَا ابْنَ آدَمَ اِنَّكَ لَـوْ لَـقِیْتَـنِـیْ بِـقُـرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَاتُشْرِكُ بِیْ شَیْئاً لَاَتَیْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً))۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''حق تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم کے بیٹے! اگر تو مجھ سے دنیا بھر کے گناہ ساتھ لے کر ملے مگر میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، تو میں دنیا بھر کی بخشش کے ساتھ تجھ سے ملوں گا۔'' (ترمذی، احمد، دارمی)

یعنی دنیا میں بڑے بڑے گنہگار لوگ گزرے ہیں، جن میں فرعون وہامان وغیرہ تھے

اور شیطان بھی اس دنیا میں ہے۔ ان تمام گنہگاروں سے دنیا میں جس قدر گناہ ہوئے اور قیامت تک ہوں گے، اگر بفرض محال ایک شخص کرگزرے لیکن شرک سے پاک ہوتو جس قدر اس کے گناہ ہیں اسی قدر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت ومغفرت اس پر نازل ہو جائے گی۔ معلوم ہوا کہ توحید کی برکت سے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں[1] جس طرح شرک کی نحوست سے سارے اچھے عمل غارت کر دیے جاتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ جب انسان شرک سے ہر طرح پاک وصاف ہوگا اور اس کا یہ عقیدہ ہوگا کہ اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں، اس کی حکومت سے کہیں بھاگ کر جانے کی جگہ نہیں، اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کو کوئی پناہ دینے والا نہیں، اس کے سامنے سب بے بس ہیں، اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا، اس کے سامنے کسی کی حمایت کام نہیں آتی اور کوئی کسی کی سفارش اس کی اجازت کے بغیر نہ کر سکے گا۔ ان عقائد کے بعد اس سے جس قدر گناہ سرزد ہوں گے بتقاضائے بشریت ہوں گے یا بھول چوک کر۔ پھر ان گناہوں کے بوجھ میں وہ دبا جا رہا ہوگا اور سخت بیزار ہوگا، ندامت کے مارے سر نہ اٹھا سکے گا، بلاشبہ ایسے شخص پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ جیسے جیسے یہ گناہ بڑھتے جائیں گے، ویسے ویسے اس کی ندامت کی کیفیت بڑھتی جائے گی اور جوں جوں یہ کیفیت بڑھے گی اللہ کی رحمت بڑھتی جائے گی۔ یہ نکتہ یاد رکھو کہ جو توحید میں پکا

---

[1] حدیث کا مقصد یہ ہے کہ شرک کی انتہائی برائی واضح ہو جائے۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ شرک سے براءت کے بعد دوسرے گناہوں کے ارتکاب میں کوئی حرج نہیں۔ گناہوں کی معافی کے متعلق شریعت کا عام قانون پیش نظر رہنا چاہئے۔ یعنی توبہ اور عفو۔ اور شرک بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوسکتا۔

ہے اس کا گناہ بھی وہ کام کرتا ہے جو دوسروں کی عبادت نہیں کرتی، ایک فاسق موحد، متقی مشرک سے ہزار درجے اچھا ہے، جیسے ایک مجرم رعیتی، باغی خوشامدی سے ہزار درجے اچھا ہے، کیونکہ پہلا اپنے قصور پر نادم ہے اور دوسرا مغرور۔

چوتھا باب

شرک فی العلم کی تردید

ارشادالٰہی ہے:

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾

''اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں وہی جانتا ہے اور جو کچھ خشکی اور تری میں ہے اسے بھی جانتا ہے۔ جو بھی پتا گرتا ہے اسے بھی جانتا ہے، زمین کے نیچے اندھیروں میں کوئی دانہ ایسا نہیں اور کوئی تر اور خشک چیز ایسی نہیں جو واضح طور پر لکھی ہوئی نہ ہو۔'' (سورہ الانعام:۵۹)

یعنی اللہ پاک نے انسان کو ظاہری چیزیں معلوم کرنے کے لئے کچھ چیزیں دی ہیں، مثلاً دیکھنے کے لئے آنکھ، سننے کے لئے کان، سونگھنے کو ناک، چکھنے کو زبان، ٹٹولنے کو ہاتھ اور سمجھنے کو عقل بخشی ہے۔ پھر یہ چیزیں انسان کے قبضہ واختیار میں دے دی ہیں کہ جب چاہے ان سے کام لے سکے، مثلاً آنکھ سے دیکھنا چاہا' آنکھ کھول دی نہ چاہا بندی کر لی۔ اسی پر ہر عضو کو قیاس کرو۔ اور انسانوں کو ظاہری چیزوں کے معلوم کرنے کی کنجیاں دے دی ہیں۔ جیسے کنجی والے ہی کے اختیار میں تالے کو کھولنا یا نہ کھولنا ہے' اسی طرح ظاہری چیزوں کا معلوم کرنا انسان کے اختیار میں ہے، چاہے معلوم کرے یا نہ کرے۔

علم غیب صرف اللہ تعالیٰ کو ہے

اس کے برعکس غیب کا معلوم کرنا انسان کے اختیار سے باہر ہے، اس کی کنجیاں حق تعالیٰ نے اپنے پاس رکھی ہیں، کسی بڑے سے بڑے انسان یا مقرب ترین فرشتے کو بھی غیب کے معلوم کرنے کا اختیار نہیں دیا گیا کہ جب چاہیں اپنی مرضی سے غیب معلوم کرلیں اور جب چاہیں نہ کریں، بلکہ اللہ پاک اپنی مرضی سے کبھی کسی کو غیب کی جس قدر بات بتانا چاہتا ہے بتادیتا ہے۔ یہ غیب کا بتادینا اللہ کے ارادے پر موقوف ہے کسی کی خواہش پر نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ آپ کو کوئی بات دریافت کرنے کی خواہش ہوئی مگر وہ بات آپ کو معلوم نہ ہوسکی، پھر جب ارادہ الٰہی ہوا تو فوراً بتادی گئی۔ عہد رسالت میں منافقوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگایا، اس سے آپ کو سخت صدمہ ہوا، آپ نے کئی دنوں تک معاملہ کی کرید کی مگر کچھ بھی معلوم نہ ہوسکا، پھر جب حق تعالیٰ نے چاہا تو وحی بھیج کر بتادیا کہ منافق کذاب ہیں، صدیقہ پاک دامن ہیں۔ اب ایک مسلمان موحد کا یہ عقیدہ ہونا ضروری ہے کہ اللہ نے غیب کے خزانوں کی کنجیاں اپنے ہی پاس رکھی ہیں، ان خزانوں کا کسی کو خزانچی نہیں بنایا۔ وہ خود اپنے ہاتھ سے قفل کھول کر جس کو جس قدر چاہے دیدے، اس کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے۔

علم غیب کا مدعی جھوٹا

اس سے معلوم ہوا کہ جو یہ دعویٰ کرے کہ میں ایسا علم جانتا ہوں جس سے غیب معلوم کرلیتا ہوں اور ماضی و مستقبل کی باتیں بتا سکتا ہوں وہ جھوٹا ہے اور الوہیت کا دعویٰ

کرتا ہے۔ اگر کسی نبی یا ولی یا جن یا فرشتے یا امام یا بزرگ یا پیر یا شہید یا نجومی یا رمّال یا جفّار یا فال کھولنے والا یا پنڈت یا بھوت پریت یا پریوں کو ایسا مان لیا جائے تو ماننے والا مشرک ہوتا ہے اور مذکورہ آیت کا انکار کرتا ہے۔ اگر اتفاق سے کسی نجومی وغیرہ کی بات صحیح بھی ہو جائے تو اس سے ان کی غیب دانی ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ زیادہ تر ان کی باتیں غلط ہی ہوتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ علم غیب ان کے بس کی بات نہیں، اٹکل کبھی ٹھیک اور کبھی غلط بھی ہو جاتا ہے۔ کہانت، کشف اور قرآن پاک سے فال لینے کا بھی یہی حال ہے، لیکن وحی کبھی غلط نہیں ہوتی اور وہ ان کے قابو میں نہیں، اللہ پاک اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتا ہے بتا دیتا ہے۔ کسی کی خواہش پر وحی کا دارومدار نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ قُل لَا يَعلَمُ مَن فِى السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ الغَيبَ إلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشعُرُونَ اَيَّانَ يُبعَثُونَ ﴾

''آپ فرما دیں اللہ کے سوا آسمان و زمین میں جو کوئی بھی ہے غیب کی باتیں نہیں جانتا، بلکہ وہ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔'' (سورہ النمل: ۶۵)

یعنی غیب کو جاننا کسی کے بس کی بات نہیں، خواہ وہ بڑے سے بڑا انسان یا فرشتہ ہی کیوں نہ ہو۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ دنیا جانتی ہے کہ قیامت آئے گی لیکن یہ کسی کو خبر نہیں کہ کب آئے گی۔ اگر ہر چیز کا معلوم کرنا ان کے بس میں ہوتا تو قیامت کے آنے کی تاریخ بھی معلوم کر لیتے۔

غیب کی باتیں

﴿إِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِى نَفْسٌ بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوتُ، إِنَّ اللّٰہَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾

''بلا شبہ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی پیٹ کے بچے کو جانتا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا کمائے گا اور نہ یہ معلوم کہ کہاں مرے گا، یاد رکھو! اللہ خوب جاننے والا اور بڑا خبردار ہے۔'' (سورہ لقمان: ۳۴)

یعنی غیب کی باتوں کی خبر اللہ ہی کو ہے، اس کے سوا کوئی غیب داں نہیں۔ چنانچہ قیامت کی خبر بھی جس کا آنا عوام میں مشہور ہے اور یقینی ہے کسی کو نہیں معلوم کہ کب آئے گی۔ پھر اور چیزوں کا تو کیا کہنا؟ مثلاً فتح وشکست کا، صحت ومرض کا اور اسی قسم کی دوسری باتوں کا کسی کو بھی علم نہیں۔ یہ باتیں نہ تو قیامت کی طرح مشہور ہیں اور نہ یقینی ہیں۔ اسی طرح بارش کی کسی کو خبر نہیں کہ کب ہوگی؟ حالانکہ موسم بھی مقرر ہے اور اکثر موسم میں بارش ہوتی بھی ہے۔ اکثر لوگوں کو اس کی خواہش بھی رہتی ہے، اگر اس کا وقت کسی طرح معلوم ہوسکتا تو کسی نہ کسی کو ضرور معلوم ہو جاتا۔ پھر جو بے موسم کی چیزیں ہیں اور تمام لوگوں کی خواہش ان سے وابستہ بھی نہیں، مثلاً کسی شخص کی موت وحیات، یا اولاد کا ہونا یا نہ ہونا، یا مالدار و نادار ہونا، یا فتح وشکست کا

ہونا؛ ان چیزوں کی بھلا کسی کو کیسے خبر ہوسکتی ہے؟ پیٹ کے بچے کو بھی کوئی نہیں جانتا کہ [1] ایک ہے یا ایک سے زیادہ، نر ہے یا مادّہ، کامل ہے یا ناقص اور خوبصورت ہے یا بدصورت۔ حالانکہ حکماء ان تمام باتوں کے اسباب بتاتے ہیں لیکن خصوصیت سے کسی کا حال معلوم نہیں۔ پھر انسان کے اندرونی حالات بھلا کوئی کیسے معلوم کرسکتا ہے؟ مثلاً خیالات، ارادے، نیتیں اور ایمان ونفاق کا حال۔ جب کوئی خود یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا تو وہ دوسروں کا حال کیسے جان سکتا ہے؟ اور انسان جب اپنے مرنے کی جگہ نہیں جانتا تو پھر بھلا مرنے کا دن یا وقت کیسے جان سکتا ہے؟ بہرحال اللہ کے سوا کوئی آئندہ کی باتیں اپنے اختیار سے نہیں جانتا۔

معلوم ہوا کہ غیب دانی کا دعویٰ کرنے والے سب جھوٹے ہیں، کشف، کہانت، رمل، نجوم، جفر، فالیں؛ سب جھوٹ، مکر اور شیطانی جال ہیں۔ مسلمانوں کو ان میں ہرگز نہیں پھنسنا چاہئے۔ اگر کوئی شخص غیب دانی کا دعویٰ نہ کرے اور غیب کی بات معلوم کرنے کے اختیار کا بھی دعویٰ نہ کرے اور یہ دعویٰ کرے کہ حق تعالیٰ نے جو بات (بصورت خواب وغیرہ) مجھے بتائی ہے وہ میرے اختیار میں نہ تھی کہ جب چاہتا معلوم کرلیتا تو اس میں دونوں امکان ہیں۔ ہوسکتا ہے وہ سچا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ جھوٹا ہو۔

---

[1] جدید طبی سائنس بھی صرف اس وقت بچے کی جنس کا اندازہ کرسکتی ہے جب فرشتہ اس میں اللہ کے حکم سے روح پھونک کر اس کی جنس سے آگاہ ہوچکا ہوتا ہے اور معاملہ پردۂ غیب سے باہر آچکا ہوتا ہے۔

اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو

﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾

''اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو پکار رہا ہے جو قیامت تک بھی اس کی بات کا جواب نہ دے سکیں گے؟ بلکہ وہ اس کی پکار ہی سے بے خبر ہیں۔'' (سورہ الاحقاف:۵)

یعنی مشرک پرلے درجے کے بے وقوف ہیں کہ اللہ تعالیٰ جیسے قدرت وعلم والے کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں' جو نہ تو ان کی پکار کو سنتے ہیں اور نہ کسی بات کی ان میں قدرت وسکت ہے، اگر یہ قیامت تک بھی پکارتے رہیں تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ بزرگوں کو دور سے پکارتے ہیں اور انہیں پکار کر صرف یہی کہتے ہیں کہ یا حضرت آپ دعا فرمادیں کہ حق تعالیٰ ہماری حاجت پوری کردے' یہ بھی شرک ہے، گو وہ اس وجہ سے اس کو شرک نہ سمجھتے ہوں کہ حاجت برآری کی دعا تو اللہ ہی سے کی گئی ہے، کیونکہ غائب شخص کو پکارنے کی وجہ سے اس میں شرک آیا کہ ان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھا گیا کہ وہ دور سے اور قریب سے سنتے ہیں، حالانکہ یہ الٰہی شان ہے اور اس آیت میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہیں، پکارنے والے کی پکار کو سنتے ہی نہیں، گو وہ قیامت تک چیختا رہے۔

نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ ہے

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعاً وَّلَاضَرّاً اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

''آپ فرمادیں کہ مجھے اپنے لئے بھلائی برائی کا اختیار نہیں مگر جو اللہ کو منظور ہو، اگر میں غیب جانتا تو کثرت سے بھلائی جمع کر لیتا (یعنی اپنی حفاظت کا سامان پہلے سے کر لیتا) اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو صرف ایمان والوں کو ڈرانے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں۔'' (سورہ الاعراف:۱۸۸)

یعنی پیغمبر اسلام علیہ الصلاۃ والسلام سرتاج انبیاء ہیں۔ آپ سے بڑے بڑے معجزے ظاہر ہوئے۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے دین کے اسرار ورموز سیکھے۔ لوگوں کو آپ کی راہ چلنے سے بزرگی نصیب ہوئی۔ اللہ پاک نے آپ ہی سے فرمایا کہ لوگوں کے سامنے اپنا حال بیان فرمادیں کہ مجھے نہ تو کچھ قدرت حاصل ہے اور نہ ہی غیب دان ہوں۔ میری قدرت کا یہاں سے اندازہ لگاؤ کہ میں اپنی جان تک کے لئے نفع ونقصان کا مالک نہیں، دوسروں کو تو کیا بھلائی برائی پہنچا سکوں گا؟ اگر میں غیب دان ہوتا تو کام سے پہلے اس کا انجام معلوم کر لیا کرتا، اگر اس کام کا انجام برا معلوم ہوتا تو اس میں کبھی ہاتھ نہ ڈالتا۔ غیب دانی اللہ تعالیٰ کی شان ہے اور میں پیغمبر ہوں، پیغمبر کا صرف اتنا کام ہوتا ہے کہ وہ برے کاموں کے انجام سے خبردار کردے اور نیک کاموں پر خوش خبری سنادے۔ یہ بات بھی انہیں کو فائدہ پہنچاتی ہے جن کے دلوں میں یقین ہو اور یقین پیدا کرنا اللہ ہی کا کام ہے۔

انبیاء کا اصل کام

معلوم ہوا کہ انبیاء اور اولیاء میں یہی بڑائی ہے کہ وہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور جن اچھے برے کاموں سے واقف ہیں ان سے لوگوں کو آگاہ کرتے ہیں۔ اللہ پاک نے ان کی تبلیغ میں تاثیر رکھی ہے۔ بہت لوگ ان کی تبلیغ سے سیدھی راہ پر آجاتے ہیں۔ یہ کوئی بڑائی نہیں کہ انہیں تصرف عالم کی قدرت دی گئی ہو کہ جسے چاہیں مار ڈالیں، یا بیٹا بیٹی دے دیں، یا آئی بلا ٹال دیں، یا مرادیں برلائیں، یا فتح وشکست دے دیں، یا تونگر بنادیں، یا فقیر وقلاش کردیں، یا کسی کو بادشاہ بنادیں اور کسی کے ہاتھ میں کاسہ گدائی دے دیں، یا کسی کو امیر یا وزیر بنادیں اور کسی کو فقیر وحقیر کردیں، کسی کے دل میں ایمان ڈال دیں اور کسی سے چھین لیں، کسی بیمار کو تندرست یا تندرست کو بیمار کردیں؛ یہ اللہ ہی کی شان ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چھوٹا، بڑا یہ کام کرنے سے عاجز ہے اور عجز میں سب برابر ہیں۔

انبیاء غیب داں نہیں

اسی طرح یہ کوئی بڑائی نہیں کہ اللہ تعالیٰ غیب کی کنجیاں انہیں دیدے کہ جب چاہیں کسی کے دل کی بات معلوم کرلیں یا جس غیب کی بات کو چاہیں معلوم کرلیں کہ فلاں کے ہاں اولاد ہوگی یا نہیں، تجارت میں فائدہ ہوگا یا نہیں، لڑائی میں فتح ہوگی یا شکست۔ ان باتوں سے سب چھوٹے بڑے یکساں بے خبر ہیں۔ پھر جس طرح کوئی بات عقل سے یا کسی قرینے سے کہہ دی جاتی ہے اور اسی طرح ہو جاتی ہے جس طرح کہی گئی تھی، اسی طرح یہ بڑے لوگ بھی جو بات عقل وقرینہ سے کہہ دیتے ہیں، کبھی تو وہ ٹھیک ہو جاتی ہے اور کبھی غلط ہو جاتی

ہے، لیکن وحی الہام کی بات غلط نہیں ہوتی، مگر وحی اختیار میں نہیں ہوتی۔

علم غیب کے متعلق ارشادات نبوی ﷺ

((اَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ عَنِ الرَّبِیْعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ رضی الله عنها قَالَتْ: جَآءَ النَّبِیُّ ﷺ فَدَخَلَ حِیْنَ بُنِیَ عَلَیَّ فَجَلَسَ عَلٰی فِرَاشِیْ کَمَجْلِسِكَ مِنِّیْ، فَجَعَلَتْ جُوَیْرِیَاتٌ یَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ وَ یَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَآئِیْ یَوْمَ بَدْرٍ اِذْ قَالَتْ اِحْدَاهُنَّ وَفِیْنَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ فَقَالَ دَعِیْ هٰذَا وَقُوْلِیْ بِالَّذِیْ تَقُوْلِیْنَ))

ربیع بنت معوذ بن عفراء [1] سے روایت ہے کہ میری رخصتی کے وقت رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے پھر میرے بستر پر میرے پاس اتنے نزدیک بیٹھے جس طرح تم بیٹھے ہو۔ ہماری کچھ بچیاں دف بجا بجا کر بدر کے مقتولوں کا واقعہ بیان کرنے لگیں، ایک نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے، تو آپ نے فرمایا: ''یہ بات چھوڑ دے اور جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہتی رہ۔'' (بخاری)

یعنی ربیع انصاریہ کی شادی کے موقعہ پر نبی اکرم ﷺ ان کے پاس آ بیٹھے۔ ایک بچی نے گانے میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اسے

---

[1] عفراء حضرات عوف، معوذ اور معاذ رضی اللہ عنہم کی والدہ کا نام ہے۔ حضرت عفراء رضی اللہ عنہا کے چھ بیٹے تھے جو سب کے سب غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ ان میں سے دو غزوہ بدر میں شہید ہو گئے۔ اور معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما نے مل کر ابو جہل کو مارا تھا۔

منع کیا اور فرمایا کہ یہ بات نہ کہہ۔ معلوم ہوا کہ کسی بڑے سے بڑے انسان کے بارے میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب داں ہے، شعراء رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں جو آسمان وزمین کے قلابے ملایا کرتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ بطور مبالغہ ایسا کہا گیا' یہ غلط ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اپنی تعریف کا اسی قسم کا شعر بچیوں کو بھی نہ پڑھنے دیا، چہ جائیکہ عاقل شاعر اس قسم کے اشعار کہے یا سنے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد

((اَخْـرَجَ الْبُخَارِیُّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ مَنْ اَخْبَرَكَ اَنَّ مُـحَـمَّـداً ﷺ یَـعْـلَـمُ الْـخَـمْسَ الَّتِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ﴾ فَقَدْ اَعْظَمَ الْفَرِیَّةَ))

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جس نے تمہیں خبر دی کہ محمد رسول اللہ ﷺ ان پانچ باتوں کو جانتے تھے جن کی اللہ پاک نے اس آیت " اِنَّ اللّٰـهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ" میں خبر دی ہے اس نے بڑا زبردست بہتان باندھا۔ (بخاری)

یعنی وہ پانچ باتیں جو سورہ لقمان کے اخیر میں ہیں، جن کا بیان گزر چکا کہ تمام غیب کی باتیں ان ہی پانچ چیزوں میں داخل ہیں۔ لہٰذا جو کوئی یہ کہے کہ آپ ﷺ غیب کی سب باتیں جانتے تھے اس نے بڑا بھاری بہتان باندھا۔ غیب تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔

((اَخْـرَجَ الْبُـخَـارِیُّ عَنْ اُمِّ الْعَلَاءِ الْاَنْصَارِیَّةِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ))

ام علاء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں، حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا پیش آئے گا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔'' (بخاری)

یعنی اللہ پاک بندوں سے دنیا میں، یا قبر میں، یا آخرت میں جو معاملہ کرے گا اس کا حال کسی کو بھی معلوم نہیں، نہ نبی کو نہ ولی کو۔ نہ اپنا حال معلوم نہ دوسروں کا حال معلوم۔ اگر وحی کے ذریعے کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں کا انجام بخیر ہے تو وہ ایک مجمل علم ہے۔ اس سے زیادہ معلوم کرنا ان کے بس سے باہر ہے۔

پانچواں باب

شرک فی التصرّف کی تردید

﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ☆ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ﴾

''آپ ﷺ فرمادیں کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا؟ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ۔ وہ اللہ ہی کو (ایسا کرنے والا) بتائیں گے، آپ (ﷺ) فرمادیں پھر کیوں دیوانے بنے جاتے ہو۔'' (المومنون:۸۸-۸۹)

یعنی جس مشرک سے پوچھا جائے کہ ایسی شان کس کی ہے جس کے اختیار و تصرّف میں ہر چیز ہے جو چاہے کرے، اس کا ہاتھ کوئی پکڑنے والا نہ ہو اور کوئی اس کی بات ٹال نہ سکے؟ تو وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی ہے، تو پھر دوسروں سے مرادیں مانگنا پاگل پن ہوا۔ معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں بھی لوگ اس بات کے قائل تھے کہ اللہ کے برابر اور مقابلے کا کوئی نہیں مگر بتوں کو اپنا وکیل سمجھ کر پوجتے تھے اور ان سے مانگتے تھے، اسی وجہ سے مشرک ہوئے۔ آج بھی اگر کوئی اس علم میں کسی مخلوق کے تصرف کا قائل ہو اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کی عبادت کرے تو مشرک ہو جائے گا، گو اس کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہ سمجھتا ہو اور اس کے مقابلے کی طاقت اس میں نہ جانتا ہو۔

نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ ہے

﴿قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا☆ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا﴾

''(اے محمد ﷺ) آپ (ﷺ) فرمادیں کہ میں تمہارے لئے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ آپ فرمادیں کہ مجھے کوئی اللہ سے ہرگز نہیں بچاسکتا اور میں اس کے سوا کہیں بچاؤ نہیں پاتا۔'' (الجن:۲۱-۲۲)

یعنی میں تمہارے نفع ونقصان پر اختیار نہیں رکھتا۔ میرے امتی ہونے کی وجہ سے تم لوگ مغرور ہوکر یہ خیال کرکے حد سے نہ بڑھنا کہ ہمارا پایہ مضبوط ہے، ہمارا وکیل زبردست اور ہمارا شفیع بڑا محبوب ہے، ہم جو چاہیں کریں وہ ہمیں اللہ کے عذاب سے بچالے گا۔ کیونکہ میں خود ہی ڈرتا ہوں اور اللہ کے سوا کہیں پناہ گاہ نہیں دیکھتا، دوسروں کو کیا بچاسکوں گا۔ معلوم ہوا کہ جو عوام پیروں پر بھروسہ کرکے اللہ کو بھول جاتے ہیں اور حکم عدولی کرتے ہیں، واقعتاً گمراہ ہیں، کیونکہ سرکار رسالت ﷺ دن رات اللہ سے ڈرتے تھے اور اس کی رحمت کے سوا کہیں اپنا بچاؤ نہیں جانتے تھے، بھلا کسی اور کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

اللہ کے سوا کوئی رازق نہیں

﴿وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَایَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَیْئًا وَّلَایَسْتَطِیْعُوْنَ﴾

''مشرک اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو آسمان وزمین سے روزی

پہنچانے میں کچھ بھی دخل نہیں رکھتے اور نہ رکھ سکتے ہیں۔'' (النحل:۷۳)

یعنی ایسے لوگوں کی اللہ کی سی تعظیم کرتے ہیں جو قطعی بے بس ہیں۔ روزی پہنچانے میں ان کا کچھ بھی دخل نہیں۔ نہ آسمان سے مینہ برسا سکیں اور نہ زمین سے کچھ اگا سکیں، انہیں کسی طرح کی بھی سکت نہیں۔ معلوم ہوا عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ بزرگوں کو عالم میں تصرف کی تو قدرت ہے مگر تقدیر الٰہی پر شاکر ہیں۔ ادب سے دم نہیں مارتے، ورنہ اگر چاہیں تو کائنات کو زیروزبر کردیں، لیکن شر کی عظمت کا خیال کر کے چپ ہیں؛ یہ قطعی غلط ہے، کائنات میں نہ انہیں بالفعل دخل ہے نہ بالقوۃ۔ یعنی ان میں اس قسم کے تصرّف کی صلاحیت وقدرت ہی نہیں۔

صرف اللہ کو پکارو

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذاً مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

''اللہ کو چھوڑ کر اس کو مت پکاریئے جو آپ کو نہ نفع پہنچا سکے اور نہ نقصان۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ ظالم بن جائیں گے۔'' (یونس:۱۰۶)

یعنی عزت وجلال والے اللہ تعالیٰ کے ہوتے ہوئے ایسے ناکارہ لوگوں کو پکارنا جو نہ نفع کے مالک ہیں اور نہ نقصان کے سراسر ظلم ہے، کیونکہ سب سے بڑی ہستی کا مقام محض ناکارہ لوگوں کو دیا جارہا ہے۔

﴿قُلِ ادْعُوْا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَايَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِيْ السَّمٰوٰتِ وَلَا فِيْ الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ

ظَهِيْرٍ☆ وَلَاتَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوْا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ﴾

''آپ فرمادیجئے کہ انہیں پکار کر دیکھو تو سہی جن کو تم نے اللہ کے سوا معبود خیال کر رکھا ہے، وہ آسمانوں میں اور زمین میں ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتے، نہ ان میں ان کا کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں کوئی اللہ کا مددگار رہے، اس کے آگے کسی کی سفارش کام نہیں آئے گی مگر جس کو وہ اجازت دے دے، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ اور جواب دیتے ہیں کہ حق ہی فرمایا ہے، وہی سب سے بلند و اعلیٰ ہے۔'' (سورہ سبا:۲۲-۲۳)[۱]

بلا اذن شفاعت نہیں

یعنی آڑے وقت کسی سے مراد مانگنا اور جس سے مراد مانگی ہے اس کا مراد کو برلانا کئی طرح ہے۔ جس سے مراد مانگی ہے وہ خود مالک ہو، یا اس کا ساجھی ہو، یا اس کا مالک پر دباؤ ہو، جیسے بادشاہ دیگر امراء کا کہنا مان لیتا ہے کیونکہ وہ اراکین سلطنت ہیں اور ان کے ناراض ہونے سے حکومت کا نظم و نسق بگڑتا ہے۔ یا وہ مالک سے سفارش کرے اور مالک کو اس کی سفارش ماننی ہی پڑتی ہے، خواہ دل سے مانے یا نہ مانے، مثلاً شہزادیوں سے یا بیگمات سے

---

[۱] مطلب یہ کہ شافع اور مشفوع دونوں اذن کے انتظار میں مضطرب تھے۔ جب اذن مل گیا تو پھر ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ یہ نفسیاتی کیفیت ہے جو اذن ملنے کے بعد سب پر طاری ہوگی۔ یعنی کیا اذن مل گیا۔ ((الحق)) الاذن بالشفاعۃ لمن ارتضی۔ (کشاف)

بادشاہ کومحبت ہوتی ہےاوران کی محبت کی وجہ سےان کی سفارش ردنہیں کی جاتی۔اب غور کرو کہ مشرک اللہ تعالیٰ کوچھوڑ کرجن بزرگوں کوپکارتے ہیں اوران سے مرادیں مانگتے ہیں نہ تو وہ کائنات میں مچھر کے ایک پر کے مالک ہیں، نہ ان کا رتی بھرساجھا ہے، نہ الٰہی سلطنت کے رکن ہیں اور نہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے معین ومددگار کہ ان سے دب کر اللہ تعالیٰ ان کی بات مان لے، اور نہ بلااجازت الٰہی سفارش کے لئے لب ہلاسکتے ہیں کہ خواہ مخواہ اس سے کچھ دلادیں۔ بلکہ بارگارہ الٰہی میں ان کا یہ حال ہے کہ اس کے حکم کے آگے سب کے ہوش اڑ جاتے ہیں اور بدحواس ومرعوب ہوجاتے ہیں۔ احترام ودہشت کی وجہ سے دوسری دفعہ پوچھنے کی بھی جرأت نہیں ہوتی۔ بلکہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ رب نے کیا کہا اور تحقیق کے بعد آمنا وصدقنا ہی کہنا پڑتا ہے، چہ جائیکہ بات الٹی جائے یا کوئی وکالت وحمایت کی جرأت کرے۔

شفاعت کی قسمیں

یہاں ایک بات انتہائی اہم ہے اس کو یادرکھا جائے کہ عوام انبیاء اوراولیاء کی شفاعت پر نازاں ہیں اور شفاعت کے غلط معنی سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں۔ درحقیقت شفاعت کے معنی سفارش کے ہیں۔ دنیا میں سفارش کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً بادشاہ کی نگاہ میں چور کی چوری ثابت ہوجائے اور کوئی امیر یا وزیر اس کی سفارش کر کے سزا سے بچالے۔ بادشاہ تو چور کو سزا ہی دینا چاہتا تھا جیسا کہ آئین حکومت ہے، مگر امیر سے دب کر اسے چھوڑ دیتا ہے، کیونکہ امیر رکن سلطنت ہے اوراس کی وجہ سے سلطنت میں دن رات ترقی ہورہی ہے، بادشاہ یہ

خیال کر کے کہ اس امیر کو ناراض نہیں کرنا چاہئے ورنہ حکومت کے نظم ونسق میں گڑ بڑ پیدا ہو جائے گی اور غصے کو پی جانا عین مناسب ہے، چور کو معاف فرما دیتا ہے۔ اس قسم کی سفارش کو شفاعت ''وجاہت'' کہا جاتا ہے یعنی امیر کی جاہ وعزت کی وجہ سے اس کی بات مانی گئی۔

''شفاعت وجاہت'' ممکن نہیں

اللہ عزوجل کے حضور شفاعت وجاہت قطعی طور پر ناممکن ہے۔ جو شخص کسی غیر اللہ کو اس قسم کا شفیع مان لے وہ قطعی مشرک ہے اور بڑا جاہل ہے، اس نے الٰہ کے معنی سمجھے ہی نہیں اور شہنشاہ کی قدر ومنزلت پہچانی ہی نہیں۔ اس شہنشاہ (باری تعالیٰ) کی تو یہ شان ہے کہ اگر چاہے تو لفظ کن سے کروڑوں نبی، ولی، جن، فرشتے، جبرئیل اور محمد ﷺ کے برابر ایک آن میں پیدا کر دے اور ایک دم عرش سے فرش تک ساری کائنات کو زیروزبر کر دے اور دوسرا عالم پیدا کر دے۔ اس کے تو ارادے ہی سے ہر چیز پیدا ہو جاتی ہے، اسے مادے کی اور سامان کی حاجت نہیں۔ اگر آدم سے لے کر قیامت تک کے تمام انسان اور جن، جبرئیل و پیغمبر جیسے ہو جائیں تو ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں کچھ بھی رونق نہ بڑھے گی اور اگر سب شیطان و دجال بن جائیں تو اس کی حکومت کی کچھ رونق بھی نہ گھٹے گی۔ وہ ہر حال میں تمام بڑوں کا بڑا اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے، نہ کوئی اس کا کچھ بگاڑ سکے اور نہ بنا سکے۔[1]

---

[1] شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کی تائید صحیح مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے جو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں: =

''شفاعت محبت'' ممکن نہیں

سفارش کی دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شہزادہ، بیگم یا بادشاہ کا محبوب کھڑا ہو جائے اور چور کو سزا نہ دینے دے۔ بادشاہ اس کی محبت کی وجہ سے اسے ناراض نہ کرنا چاہے اور چور کو معاف فرما دے، اس کی سفارش کو ''شفاعت محبت'' کہا جاتا ہے۔ بادشاہ نے اس کی محبت سے مجبور ہو کر اس خیال سے کہ محبوب کی ناراضگی سے خود مجھے تکلیف پہنچے گی محبوب کی بات مان لی۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ باب بھی ناممکن ہے۔ اگر کوئی کسی نبی یا ولی کو اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی پکا مشرک اور نرا جاہل ہے۔ وہ شہنشاہ اپنے بندوں کو کتنا ہی نوازے۔ کسی کو حبیب، کسی کو خلیل، کسی کو کلیم، کسی کو روح اللہ اور کسی کو وجیہ کا خطاب عطا فرمائے اور کسی کو

= ((يَـا عِبَـادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَازَادَ فِيْ مُلْكِيْ شَيْئاً ، يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئاً))

ترجمہ: اے میرے بندو! اگر تم میں سے سب انسان اور جن جو پہلے گزر چکے اور جو آئندہ پیدا ہوں گے اس شخص کی طرح نیک ہو جاتے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے تو یاد رکھو اس سے میری سلطنت میں کچھ بھی اضافہ نہ ہوتا۔ اے میرے بندو! اگر تم سب انسان اور جن جو پہلے گزر چکے اور جو آئندہ ہوں گے اس شخص کی طرح بدکار ہو جاتے جو تم میں سب سے زیادہ بدکار ہے، تو اس سے میری سلطنت میں کچھ بھی کمی نہ آتی۔

رسول کریم، مکین ، روح القدس اور روح الامین کے معزز القاب سے نوازے مگر مالک' مالک ہی ہے اور غلام' غلام ہی ہے۔ ہر ایک کا اپنا مقام ہے جس سے آگے وہ نہیں بڑھ سکتا۔ غلام جس طرح اس کی رحمت سے متاثر ہو کر مسرت سے جھومتا ہے، اسی طرح اس کی ہیبت سے بھی اس کا پتہ پانی ہو جاتا ہے۔

''شفاعت بالاذن''

سفارش کی تیسری صورت یہ ہے کہ چور کی چوری تو ثابت ہو گئی مگر وہ پیشہ ور چور نہیں ہے، بدقسمتی سے اس سے چوری سرزد ہو گئی، شرم کے مارے پانی پانی ہے، ندامت سے سر جھکا ہوا ہے، دن رات سزا کا خوف اسے کھا رہا ہے۔ آئین کی حرمت کو سر آنکھوں پر رکھتا ہے اور خود کو سیاہ کار، گنہگار اور سزا کا مستحق سمجھ رہا ہے، بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر یا وزیر کا رخ نہیں کرتا اور اس کے مقابلے میں کسی کی حمایت کا قائل نہیں، شب و روز بادشاہ ہی کا منہ تک رہا ہے کہ سرکار عالی کے یہاں سے اس خطا کار گنہگار کے لئے کیا سزا تجویز ہوتی ہے۔ بادشاہ کو اس کے حال زار پر ترس آجاتا ہے اور اس سے درگزر کرنا چاہتا ہے مگر حرمت آئین کا لحاظ رکھنا چاہتا ہے کہ کہیں قانون کا احترام لوگوں کی نگاہ سے گر نہ جائے۔ اب کوئی امیر یا وزیر بادشاہ کا اشارہ پا کر سفارش کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے، بادشاہ اس امیر کی عزت افزائی کے لئے بظاہر اس کی سفارش کا نام کر کے چور کا قصور معاف فرما دیتا ہے، امیر نے چور کی اس لئے سفارش نہیں کی کہ وہ اس کا رشتہ دار، یا دوست، یا آشنا ہے یا اس کی حمایت کا اس نے ذمہ لے لیا تھا، بلکہ محض بادشاہ کی مرضی دیکھ کر سفارش کے لئے کھڑا ہوا ہے، کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ کہ

چوروں کا حمایتی، کیونکہ چور کا حمایتی بھی چور ہوتا ہے۔ اس قسم کی سفارش کو ''شفاعت بالاذن'' (اجازت ومرضی سے سفارش) کہا جاتا ہے۔ دربار الٰہی میں اس قسم کی سفارش ہوگی۔ قرآن پاک میں جس نبی یا ولی کی شفاعت کا بیان ہے، وہ یہی شفاعت ہے۔

صراط مستقیم

ہر انسان کا فرض ہے کہ اللہ ہی کو پکارے، اسی سے ہر وقت ڈرتا رہے، اسی سے گناہوں کی معافی مانگتا رہے، اسی کے آگے گناہوں کا معترف رہے، اسی کو اپنا مالک اور حمایتی سمجھے، اللہ کے سوا اپنا ٹھکانا نہ جانے اور کبھی کسی کی حمایت پر اعتماد نہ کرے، کیونکہ ہمارا رب بڑا ہی معاف کرنے والا اور انتہائی مہربان ہے، وہ اپنے فضل وکرم سے سب بگڑے کام بنا دے گا، اور اپنی مہربانی سے سارے گناہ معاف فرما دے گا۔ اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے تمہارا شفیع بنا دے گا۔ جس طرح تم اپنی ہر حاجت اسی کو سونپتے ہو اسی طرح یہ حاجت بھی اسی کو سونپ دو کہ وہ جسے چاہے تمہارا شفیع بنا کر کھڑا کر دے۔ کسی کی حمایت پر کبھی بھروسہ مت کرو۔ اسی کو اپنی حمایت کے لئے پکارو۔ حقیقی مالک کو کبھی نہ بھولو۔ اس کے احکام شرعیہ کی قدر کرو اور ان کے آگے رسم ورواج کو ٹھکرا دو۔ احکام شرعیہ کو چھوڑ کر رسم ورواج کی پابندی بڑا بھاری جرم ہے، سارے نبی اور ولی اس سے متنفر ہیں، وہ ہرگز ہرگز ایسے لوگوں کے شفیع نہیں بنتے جو رسم ورواج کو نہ چھوڑیں اور احکام شرعیہ کو پامال کریں، بلکہ وہ الٹے ان کے دشمن ہو جاتے ہیں اور ان سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی بزرگی اسی بات پر موقوف تھی کہ وہ اللہ کی خاطر کو سب پر مقدم رکھتے تھے۔ بیوی بچوں کو، مریدوں کو، شاگردوں کو، نوکر چاکر کو اور یار دوستوں کو اللہ کے لئے چھوڑ دیتے تھے اور جب وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کام کرتے تھے تو یہ ان کے دشمن بن جاتے تھے۔ بھلا غیر اللہ کو پکارنے والوں میں کیا خوبی ہے کہ بڑے بڑے لوگ ان کے حمایتی بن کر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ سے جھگڑیں؟ ایسا ہرگز نہ ہوگا بلکہ وہ تو ان کے دشمن

ہیں۔اللہ ہی کے لئے محبت اور اللہ ہی کے لئے دشمنی ان کی شان ہے۔اگر کسی کے بارے میں اللہ کی یہی رضا ہے کہ وہ جہنم ہی کا کندہ بنے تو یہ اس کو اور دو چار دھکے دے کر جہنم میں گرانے کو تیار ہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع ہیں، جدھر اس کی رضا ہوگی اُدھر ہی جھکیں گے۔

((اَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ: کُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یَوْماً فَقَالَ یَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰهَ یَحْفَظْكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَاِذَا سَاَلْتَ فَاسْاَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَواجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ یَنْفَعُوْكَ بِشَیْءٍ لَمْ یَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ یَّضُرُّوْكَ بِشَیْءٍ لَمْ یَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ))۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھا، آپ نے فرمایا کہ: اے بچے! اللہ کو یاد رکھ، اللہ تجھے یاد رکھے گا، اللہ کو یاد رکھ اس کو اپنے سامنے دیکھ لے گا، اور جب تو سوال کرے تو اللہ ہی سے کر اور جب مدد مانگے تو اللہ ہی سے مانگ، یقین مان کہ اگر تمام لوگ تجھے کچھ نفع پہنچانے پر اتفاق کر لیں تو اسی قدر نفع پہنچائیں گے جو اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے، اور اگر سب مل کر نقصان پہنچانے پر اتفاق کر لیں تو اسی قدر نقصان پہنچا سکیں گے جو تیرے لئے لکھا ہوا ہے، قلم اٹھا لئے گئے اور کتابیں خشک ہو گئیں۔ (ترمذی)

یعنی اللہ تعالیٰ شہنشاہ حقیقی ہے، زمینی بادشاہوں کی طرح مغرور نہیں کہ کوئی کتنا ہی سر

مارے مگر غرور کے مارے اس کی طرف توجہ ہی نہ کرے، اسی لئے رعایا بادشاہوں سے براہ راست سوال نہیں کرتی بلکہ بواسطہ امراء سوال کرتے ہیں تاکہ انہیں کی خاطر درخواست منظور ہو جائے، مگر اللہ کی یہ شان نہیں، وہ تو انتہائی لطف وکرم والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔ اس تک پہنچنے میں کسی کی وکالت کی ضرورت ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس کا خیال آئے، وہ تو فرداً فرداً ہر ایک کا خیال رکھتا ہے۔ سب کو یاد رکھتا ہے خواہ کوئی سفارش کرے یا نہ کرے وہ پاک وبلند وبرتر ہے اور اس کا دربار دنیا کے بادشاہوں جیسا نہیں کہ رعایا کی وہاں تک رسائی نہ ہو سکے اور امراء ہی رعایا پر حکم چلائیں اور رعایا کو ان کے احکام ماننے ہی پڑیں، بلکہ یہ الٰہی دربار ہے اور وہ اپنے بندوں سے قریب تر ہے۔ جو معمولی انسان اس کی طرف دل سے متوجہ ہو وہی اپنے سامنے اس کو پالے۔ اپنی ہی غفلت کے حجاب کے سوا کوئی اور حجاب ہی نہیں۔

اللہ سب سے نزدیک ہے

اگر کوئی اس سے دور ہے تو محض اپنی غفلت کی وجہ سے دور ہے، ورنہ مالک سب سے نزدیک ہے، پھر جو کوئی کسی نبی یا ولی کو اس لئے پکارتا ہے کہ وہ اس کو اللہ تعالیٰ سے قریب کر دیں تو یہ نہیں سمجھتا کہ نبی ولی تو پھر بھی اس سے دور ہیں، اللہ تعالیٰ تو اس سے بہت ہی قریب ہے، اس کی مثال یوں سمجھو کہ ایک غلام بادشاہ کے پاس تنہا ہے، بادشاہ اس کی درخواست سننے کے لئے ہمہ تن متوجہ ہے لیکن وہ کسی امیر کو آواز دے کر پکارتا ہے کہ جناب بادشاہ کے حضور میں میری عرضداشت پیش فرما دیں۔ تمہارا اس غلام کی بابت کیا خیال ہے؟

ظاہر ہے کہ یہ غلام یا تو اندھا ہے یا دیوانہ۔فرمایا ہر شخص اللہ ہی سے مانگے اور آڑے وقت اسی سے مدد چاہے اور یہ بات یقین سے سمجھ لے کہ تقدیر کا لکھا ہرگز نہیں مٹ سکتا۔اگر تمام دنیا مل کر کسی کو نفع یا نقصان پہنچائے تو تحریر تقدیر سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔معلوم ہوا کہ تقدیر کو بدلنے کی کسی میں طاقت نہیں۔جس کے مقدر میں اولاد نہیں اسے کون اولاد دے؟ اور جس کے مقدر میں عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا،کون ہے جو اس کی مدت حیات میں اضافہ کر دے؟ پھر یہ کہنا کہ اللہ نے اپنے ولیوں کو تقدیر بدل ڈالنے کی طاقت بخشی ہے' غلط ہے۔بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ کبھی اپنے ہر بندے کی دعا قبول فرماتا ہے اور انبیاء واولیاء کی اکثر دعائیں قبول فرما لیتا ہے۔دعا کی توفیق بھی وہی دیتا ہے اور قبول بھی وہی فرماتا ہے،دعا کرنا اس کے بعد مراد برآنا دونوں باتیں تقدیر میں لکھی ہوئی ہیں۔دنیا کا کوئی کام تقدیر سے باہر نہیں، کسی میں کوئی کام کرنے کی طاقت نہیں،خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، نبی ہو یا ولی۔ہاں اللہ سے دعا مانگے،بس اسے اتنی ہی طاقت ہے،اس کے بعد مالک ومختار کو اختیار ہے، چاہے ازراہ مہربانی قبول فرمالے اور چاہے تو ازراہ حکمت قبول نہ فرمائے۔

صرف اللہ پر بھروسہ کرو

((اَخْرَجَ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّ قَلْبَ ابْنِ آدَمَ بِكُلِّ وَادٍ شُعْبَةٌ فَمَنِ اتَّبَعَ قَلْبُهُ الشُّعَبَ كُلَّهَا لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ بِاَيِّ وَادٍ اَهْلَكَهُ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ كَفَاهُ الشُّعَبَ))

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کے دل کے لئے ہر میدان میں ایک راہ ہے، پھر جس نے اپنے دل کو تمام راہوں

کے پیچھے لگا دیا تو اللہ پاک اس کی پرواہ نہ کرے گا کہ کون سے میدان میں تباہ کیا گیا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے اللہ پاک اسے تمام میدانوں میں کافی ہو جائے گا۔

(ابن ماجہ)

یعنی جب انسان کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے یا اسے کسی چیز کی طلب ہوتی ہے تو اس کے خیالات چاروں طرف دوڑتے ہیں کہ فلاں نبی کو، یا فلاں امام کو، یا فلاں پیر کو، یا فلاں شہید کو، یا فلاں پری کو پکارا جائے، یا فلاں نجومی، یا فلاں رمال سے، یا کاہن سے، یا جفّار سے پوچھا جائے، یا فلاں مولوی سے فال کھلوائی جائے۔ پھر جو کوئی ہر خیال کے پیچھے دوڑتا ہے' اللہ پاک اس سے اپنی قبولیت والی نگاہ پھیر لیتا ہے، اس کو اپنے مخلص بندوں میں شمار نہیں فرماتا اور اس کے ہاتھ سے اللہ کی تربیت و ہدایت کی راہ جاتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان خیالات کے پیچھے دوڑتا ہوا تباہ ہو جاتا ہے۔ کوئی دہریہ بن جاتا ہے، کوئی ملحد، کوئی مشرک اور کوئی سب سے منکر ہو جاتا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتا ہے، کسی خیال کے پیچھے نہیں دوڑتا' وہ اللہ عزوجل کا مقبول بندہ ہے، اس پر ہدایت کی راہیں کھل جاتی ہیں اور اس کے قلب کو ایسا چین و آرام میسر آ جاتا ہے کہ خیالات کے پیچھے دوڑنے والوں کو وہ چین ہرگز نصیب نہیں ہوتا۔ تقدیر کا لکھا تو پورا ہی ہوتا ہے مگر خیالات کے پیچھے لپکنے والا خواہ مخواہ پیچ و تاب کھاتا رہتا ہے اور توکل والے کو آرام مل جاتا ہے۔[1]

اللہ پاک کو دنیوی بادشاہوں کی طرح نہ سمجھو کہ بڑے کام تو خود کرتے ہیں اور چھوٹے

---

[1] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر ایک مسلمان کو اپنے رب سے اپنی ضرورتیں مانگنی چاہئیں۔ یہاں تک کہ نمک بھی اسی سے مانگے اور جوتے کا تسمہ جب ٹوٹ جائے وہ بھی اسی سے مانگے۔ (ترمذی)

چھوٹے کام نوکروں سے کرواتے ہیں، اس لئے لوگوں کو چھوٹے چھوٹے کاموں میں نوکروں سے التجا کرنی پڑتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کارخانہ ایسا نہیں ہے، وہ قادر مطلق تو پلک جھپکنے میں بے شمار چھوٹے بڑے کام ٹھیک فرما دیتا ہے، اس کی سلطنت میں کوئی شریک اور ساجھی نہیں، اس لئے چھوٹی چیز بھی براہ راست اسی سے مانگو۔ کیوں کہ اس کے سوا تو کوئی اور نہ چھوٹی چیز دے سکتا ہے اور نہ بڑی۔

قرابت کام نہیں دے سکتی

((وَاَخْرَجَ الشَّيْخَانِ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ دَعَا النَّبِیُّ ﷺ قَرَابَتَهُ فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ : يَا بَنِیْ كَعْبِ ابْنِ لُؤَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ، فَاِنِّیْ لَاۤاَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئاً اَوْ قَالَ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئاً ، وَيَا بَنِیْ مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئاً ، وَيَا بَنِیْ عَبْدِ شَمْسٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئاً ، وَيَا بَنِیْ عَبْدِ مُنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئاً، وَيَا بَنِیْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئاً، وَيَا عَبْدَالْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِّنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئاً ، وَيَا فَاطِمَةُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ سَلِيْنِیْ مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِیْ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئاً))۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب آیت ﴿وانذر عشيرتك الاقربين﴾

(اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ) اتری تو نبی ﷺ نے اپنے رشتہ داروں کو بلا کر فرمایا کہ: اے اولاد کعب بن لوی! اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔اے اولاد مرہ بن کعب! اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔اے اولاد عبد شمس! اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔اے اولاد عبد مناف! اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔اے اولاد ہاشم! اپنے نفسوں کو آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔اے اولاد عبدالمطلب! اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا۔
اے فاطمہ! اپنی جان کو عذاب سے بچالے، مجھ سے میرا مال لے لے جو کچھ چاہیے، کیونکہ میں اللہ کے عذاب سے تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔(بخاری ومسلم)

یعنی جو لوگ کسی بزرگ کے رشتہ دار ہوتے ہیں انہیں بزرگوں کی حمایت کا بھروسہ ہوتا ہے، اسی وجہ سے وہ مغرور ہو کر نڈر ہو جاتے ہیں۔اسی لئے اللہ پاک نے اپنے محبوب پیغمبر سے فرمایا کہ اپنے رشتہ داروں کو ہوشیار کر دیں۔آپ ﷺ نے ایک ایک کو یہاں تک کہ اپنی لاڈلی صاحبزادی کو بھی صاف صاف بتادیا کہ حق قرابت اسی چیز میں ممکن ہے جو انسان کے اختیار میں ہے، میرے اختیار میں میرا مال ہے، اس کے دینے میں بخل سے کام نہیں لیتا، لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے، وہاں کسی کی بھی حمایت نہیں کرسکتا اور کسی کا بھی وکیل نہیں بن سکتا۔ہر شخص قیامت کے

لئے اپنی اپنی تیاری کر لے اور دوزخ سے بچنے کی آج ہی فکر کر لے۔ معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کی رشتہ داری اللہ تعالیٰ کے ہاں کام آنے والی نہیں، جب تک انسان خود نیک عمل نہ کرے بیڑا پار ہونا مشکل ہے۔

چھٹا باب

عبادات میں شرک کی حرمت

عبادت کی تعریف

عبادت ان کاموں کو کہا جاتا ہے جو حق تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے واسطے مقرر فرما کر بندوں کو سکھائے ہیں۔ یہاں ہمیں یہ بتانا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے واسطے کون کون سے کام بتائے ہیں، تا کہ غیر اللہ کے لئے وہ کام نہ کئے جائیں اور شرک سے بچا جائے۔

عبادت صرف اللہ ہی کے لیے ہے

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحاً اِلٰی قَوْمِهٖ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ☆ اَنْ لَّاتَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهُ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ﴾

''بلاشبہ ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔انہوں نے کہا کہ اے قوم! میں تمہیں ایک کھلا ڈرانے والا ہوں اس بات سے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو مجھے تم پر قیامت کے دن دردناک عذاب کا اندیشہ ہے۔(سوہ ہود:۲۵-۲۶)

یعنی مسلمانوں اور کافروں میں حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے جھگڑا چلا آرہا ہے۔اللہ کے مقبول بندے یہی کہتے آئے ہیں کہ اللہ کی سی تعظیم غیر اللہ کی نہ کرو۔اور جو کام اس کی تعظیم کے لئے مقرر ہیں کسی اور کے لئے نہ کرو۔

سجدہ صرف اللہ کے لئے ہے

﴿لَاتَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾

''سورج کو اور چاند کو سجدہ نہ کرو۔ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا، اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔'' (حم السجدہ: ۳۷)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اسلام میں سجدہ خالق ہی کا حق ہے، لہٰذا کسی مخلوق کو سجدہ نہ کیا جائے، خواہ وہ چاند سورج ہوں، یا نبی ولی ہوں، یا جن اور فرشتے ہوں۔ اگر کوئی کہے کہ پہلے دینوں میں مخلوق کو بھی سجدہ روا تھا، مثلاً فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا، اس لئے اگر ہم بھی کسی بزرگ کو تعظیمی سجدہ کریں تو کیا حرج ہے؟ یاد رکھو اس سے شرک ثابت ہو جاتا ہے، ایمان نکل جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت میں بہنوں سے نکاح کرنا جائز تھا، اسے دلیل سمجھ کر یہ لوگ اگر بہنوں سے نکاح کر لیں تو کیا حرج ہے؟ مگر سخت حرج ہے کیونکہ بہنیں محرمات ابدیہ میں داخل ہیں جو کسی صورت سے حلال ہی نہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دینا چاہئے۔ اللہ کے فرمان کو بلا چون و چرا دل و جان سے مان لینا چاہئے، خواہ مخواہ کی حجت نہیں پیش کرنی چاہئے کہ پہلے لوگوں کے لئے تو یہ حکم نہ تھا ہم پر کیوں مقرر کیا گیا۔ ایسی باتوں سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ اس مضمون کو مثال سے سمجھو کہ ایک بادشاہ کے یہاں مدت تک ایک قانون پر عمل ہوتا رہا۔ پھر قانون بنانے والوں نے اسے منسوخ کر کے اس کی جگہ اور قانون بنا دیا، اب اس نئے قانون پر عمل

ضروری ہے۔اب اگر کوئی یہ کہنے لگے کہ ہم تو پہلے ہی قانون کو مانیں گے، نئے قانون کونہیں مانتے' وہ باغی ہےاور باغی کی سزا جیل خانہ ہے۔اسی طرح ہی اللہ کے باغیوں کے لئے جہنم ہے۔

غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے

﴿وَ اَنَّ الْـمَسٰـجِـدَ لِـلّٰـهِ فَلَا تَـدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَداً☆ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَـدْعُـوْهُ كَـادُوْا يَـكُـوْنُـوْنَ عَـلَيْهِ لِبَداً☆ قُلْ اِنَّمَا اَدْعُوْا رَبِّىْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖ اَحَداً﴾

''یقین مانو مسجدیں اللہ ہی کی ہیں، لہٰذا اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو اور جب اللہ کا بندہ اس کی عبادت کے لئے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ وہ بھیڑ کی بھیڑ بن کر اس پر جھک پڑیں، آپ ﷺ فرما دیں کہ میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا۔'' (الجن:۱۸-۱۹-۲۰)

یعنی جب کوئی اللہ کا بندہ اپنے پاک وصاف دل سے اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تو یہ نادان سمجھتے ہیں کہ بڑا پہنچا ہوا ہے۔غوث وقطب ہے، جس کو چاہے دے دے اور جس سے جو چاہے چھین لے، اس لئے ٹھٹھ کے ٹھٹھ اس کے پاس اس امید پر جمع ہو جاتے ہیں کہ بگڑی بنا دے گا۔اب اس بندے کا فرض ہے کہ صحیح صحیح بات بتا دے کہ آڑے وقت اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنا چاہئے، یہ حق کسی اور کا نہیں ہے۔اللہ ہی سے نفع ونقصان کی امید رکھنی چاہئے کیونکہ اس طرح کا معاملہ غیر اللہ سے کرنا شرک ہے، میں شرک اور شرک کرنے سے بیزار ہوں۔ اگر کوئی مجھ سے اس قسم کا معاملہ کرنا چاہے تو میں اس سے راضی نہیں اور دینا لینا اللہ ہی کا کام

ہے۔ وہی دیتا ہے اور وہی لیتا ہے میرے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ وہی میرا اور تمہارا رب ہے، لہٰذا آؤ اور معبودان باطل کو چھوڑ کر اسی ایک وحدہ لاشریک کو پکارو جو اپنی وحدانیت میں، معبودیت میں، ربوبیت میں اور حاکیت میں اکیلا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ (ہاتھ باندھ کر) ادب سے کھڑا ہونا، پکارنا اور نام کا وظیفہ پڑھنا ان کاموں میں سے ہے جن کو حق تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لئے مخصوص فرما دیا ہے، یہ معاملہ غیر اللہ سے کرنا شرک ہے۔

﴿وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ☆ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِیْرَ ☆ ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ﴾

”آپ لوگوں میں حج کا اعلان کردیں، وہ آپ کے پاس پیدل اور ہر دبلی سواری پر سوار ہو کر آئیں گے، جو دور دراز سے آئیں گے تاکہ اپنے فائدوں کی جگہوں میں حاضر ہوں اور اللہ تعالیٰ نے چوپایوں میں سے جو مویشی انہیں عطا فرمائے ہیں ان پر اللہ کا نام لیں، (معلوم ایام میں) اس میں سے کھاؤ بھی اور بدحال محتاجوں کو کھلاؤ بھی۔ پھر وہ اپنا میل کچیل صاف کریں، نذروں کو پورا کریں اور بیت اللہ کا طواف کریں۔ (الحج:۲۷-۲۸-۲۹)

شعائر اللہ کی تعظیم کی جائے

یعنی حق تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لئے بعض جگہیں مقرر فرمائی ہیں جیسے کعبہ، عرفات،

مزدلفہ، منیٰ، صفا، مروہ، مقام ابراہیم، مسجد حرام، سارا مکہ معظّمہ بلکہ سارا حرم۔ لوگوں کو ان مقامات کی زیارت کا شوق دیا ہے کہ دنیا کے گوشے گوشے سے سمٹ کر، خواہ سوار ہو کر خواہ پاپیادہ، دور سے بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئیں، سفر کی مشقتیں اٹھا کر ایک خاص بے سلے لباس میں مخصوص ہیئت سے وہاں پہنچیں، اور اللہ تعالیٰ کے نام کی قربانیاں کریں۔ اپنی منتیں پوری کریں۔ بیت اللہ کا طواف کریں اور دلوں میں مالک کی تعظیم کی جو امنگیں کروٹیں لے رہی ہوں بیت اللہ آ کر انہیں پوری کریں، اس کی چوکھٹ کو چومیں، اس کے دروازے کے سامنے بلک بلک کر دعائیں مانگیں۔ پھر کوئی بیت اللہ کا پردہ تھام کر رو رو کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعائیں مانگ رہا ہے۔ کوئی وہاں اعتکاف میں بیٹھ کر رات دن ذکر الٰہی کر رہا ہے۔[1] کوئی ادب سے خاموش کھڑا اسے دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کر رہا ہے۔ بہر حال یہ سب کام اللہ تعالیٰ کی تعظیم واکرام کے لئے کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے ان کاموں کی وجہ سے خوش ہوتا ہے اور ان سے دونوں جہان میں فائدہ ہوتا ہے، لہٰذا اس قسم کے کام غیر اللہ کی تعظیم کے لئے حرام وشرک ہیں۔ کسی قبر کی زیارت کے لئے یا کسی تھان یا چلّہ پر دور دراز سے سفر کی مشقتیں اٹھا کر آنا اور میلے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا، وہاں جا کر جانوروں کی قربانی کرنا، منتیں پوری کرنا، کسی گھر یا قبر کا طواف کرنا، اس کے آس پاس کے جنگل کا ادب کرنا،

---

[1] حضرت شاہ شہید کے اس بیان سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ کہ کتاب ''تقویۃ الایمان'' حج سے تشریف آوری کے بعد لکھی گئی ہے۔ کیونکہ ایسی صراحت حج سے تشریف آوری کے بعد ہی ممکن تھی۔ واللہ اعلم۔

وہاں شکار نہ کرنا، وہاں درختوں کو نہ کاٹنا، گھاس کے تنکے نہ توڑنا اور نہ اکھاڑنا، اسی قسم کے اور کام کرنے اور ان سے دونوں جہان کی بھلائیوں کی امید رکھنا سب شرک ہے، ان سے بچنا چاہیے، کیونکہ شریعت نے جن مقامات کی تعظیم کرنے کا حکم دیا ہے ان کے علاوہ اور جگہوں پر ایسا کرنا اور اپنی طرف سے ان کو دین میں داخل سمجھنا بدعت ہے۔ اطاعت وفرمانبرداری کا معاملہ اللہ ہی سے کرنا چاہئے، نہ کہ مخلوق سے۔

غیر اللہ کے نام کی چیز حرام ہے

﴿قُلْ لَآاَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّماً عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَماً مَّسْفُوْحاً اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقاً اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾

''آپ فرما دیجئے کہ میں اس وحی میں جو مجھ پر نازل ہوئی ہے کھانے والے پر کسی چیز کو حرام نہیں پاتا کہ وہ اسے کھائے مگر وہ چیز جو مردار ہے، یا بہنے والا خون ہے، یا خنزیر کا گوشت ہے، کیونکہ یہ ناپاک ہے، یا گناہ کی چیز ہے کہ اسے غیر اللہ کے نام پر مشہور کیا گیا ہو۔ اور اگر کوئی مجبور ہو جائے، نہ تو نافرمانی کرے، نہ حد سے باہر نکل جائے تو تمہارا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے۔'' (الانعام:۱۴۵)

یعنی جس طرح سور، خون اور مردار حرام ہے اسی طرح وہ جانور حرام ہے جو گناہ کی صورت میں ہو کر اللہ کے نام کا نہیں' بلکہ کسی اور نام کا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو جانور کسی مخلوق کے نام پر نامزد کر دیا جائے وہ حرام وناپاک ہے، مثلاً: یہ کہہ دیا جائے کہ یہ سید احمد کبیر کی

گائے، یہ شیخ سدّو [1] کا بکرا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس آیت میں اس بات کا بیان نہیں کہ وہ جانور جب ہی حرام ہوگا جب ذبح کرتے وقت اس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے، بلکہ محض نامزد کرنے ہی سے حرام ہو گیا۔ اگر کوئی جانور' مرغی ہو یا بکری، اونٹ ہو یا گائے' کسی مخلوق کے نام کا کر دیا جائے، خواہ ولی کے نام کا ہو یا نبی کے، باپ دادا کے نام کا ہو یا پیر و شیخ کے نام کا، یا پری کے نام کا' وہ قطعی حرام و ناپاک ہے اور نام کا کرنے والا مشرک ہے۔

حکم صرف اللہ کے لئے ہے

اللہ عز و جل حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے جیل کے ساتھیوں سے فرمایا:

﴿یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ☆ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْھَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُکُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ اَمَرَ اَلَّاتَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایَعْلَمُوْنَ﴾

''اے جیل کے ساتھیو! کیا متفرق رب بہتر ہیں یا ایک اللہ جو بڑا زبردست ہے؟ اس کو چھوڑ کر تم محض ناموں کو پوجتے ہو' جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے (نام) رکھ لئے ہیں، اللہ پاک نے اس کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حکم صرف اللہ ہی کا ہے، اس نے تمہیں حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو، یہی مضبوط دین ہے، لیکن

[1] مستورات کا ایک فرضی پیر جس کے نام پر بکرا ذبح کیا جاتا ہے۔

اکثر لوگ جانتے نہیں۔(یوسف:۳۹-۴۰)

ایک غلام کے لئے کئی آقاؤں کا ہونا تکلیف دہ ہے، اگر اس کا ایک ہی آقا ہے جو انسان کی ساری مرادیں پوری کرتا ہے اور اس کے بگڑے کام بنا دیتا ہے' تو اس کے سامنے جھوٹے مالکوں کی کوئی حیثیت نہیں، بلکہ قطعی بے بنیاد خیالات ہیں کہ بارش کرنا کسی کے اختیار میں ہے، غلہ پیدا کرنا کسی اور کا کام ہے۔کوئی اولاد دیتا ہے، کوئی تندرستی بخشتا ہے، پھر آپ ہی آپ ان کے نام مقرر کر لئے ہیں کہ فلاں کام کے مختار کا یہ نام ہے اور فلاں کے مختار کا یہ نام ہے، اور خود ہی انہیں ان کاموں کے وقت پکارتے ہیں۔رفتہ رفتہ ایک عرصہ کے بعد اسی طرح رسم پڑ جاتی ہے۔

من گھڑت نام شرک ہیں

حالانکہ اللہ کے سوا کون ہے؟ اور نہ کسی کا یہ نام پایا جاتا ہے اور اگر کسی کا یہ نام ہے تو اس کو مشیت الٰہی میں کوئی دخل نہیں۔سب کاموں کے مختار کا نام اللہ ہے اور جس کا نام محمد یا علی ہے اس کو کسی بات کا اختیار نہیں۔اس قسم کے خیالات باندھنے کا اللہ پاک نے حکم نہیں دیا اور مخلوق کا حکم ناقابل اعتبار ہے، بلکہ اللہ پاک نے اس قسم کے خیالات قائم کرنے سے روک دیا ہے۔ پھر اللہ کے سوا وہ کون ہے جس کے کہنے کا ان باتوں میں اعتبار کیا جائے؟ خالص اور اصل دین یہی ہے کہ اللہ کے حکم پر چلا جائے اور اس کے آگے ہر حکم ٹھکرا دیا جائے، لیکن اکثر لوگ اس راہ سے بھٹک گئے اور اپنے پیروں، اماموں اور بزرگوں کی راہ کو اللہ کی راہ سے مقدم سمجھ بیٹھے۔

خودساختہ رسمیں شرک ہیں

معلوم ہوا کہ کسی کی راہ ورسم کا نہ ماننا اور اللہ تعالیٰ ہی کا قانون ماننا' انہیں چیزوں میں سے ہے جن کو اللہ پاک نے اپنی تعظیم کے لئے مقرر فرمایا ہے۔[1] اب اگر کوئی یہی معاملہ کسی مخلوق سے کرے گا تو پکّا مشرک ہوگا۔ انسانوں تک احکام الٰہی کا پہنچنا رسولوں ہی کے واسطہ سے ممکن ہے۔ اگر کوئی امام، یا مجتہد، یا غوث وقطب، یا مولوی ملاّ، یا پیر و مشائخ، یا باپ دادا، یا کسی بادشاہ، یا وزیر، یا پادری، یا پنڈت کی بات کو یا ان کی رسموں کو احکام شرعیہ پر مقدم سمجھے اور قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے پیرومشائخ اور اماموں کے اقوال کو پیش کرے، یا پیغمبر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ شریعت ان ہی کے احکام ہیں، وہ اپنی مرضی سے جو جی چاہتا تھا کہہ دیتے تھے اور اس کا ماننا امت پر فرض ہو جاتا تھا؛ ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔ عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ حقیقی حاکم اللہ ہے اور نبی محض لوگوں کو اللہ کے احکام بتانے والا ہوتا ہے اور قرآن وحدیث کے موافق بات کو مان لیا جائے اور جو بات قرآن وحدیث کے خلاف ہو اسے چھوڑ دیا جائے۔

---

[1] مطلب یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے سوا کسی کا حکم سند نہیں بن سکتا۔ جو شخص مخلوق میں سے کسی کے حکم یا راہ ورسم کو سند سمجھے اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ اگر مرنے سے پہلے پہلے اس نے سچی توبہ نہ کی تو وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتا رہے گا۔

لوگوں کو تعظیماً سامنے کھڑا رکھنا ممنوع ہے

((اَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ عَنْ مُعَاوِیَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ سَرَّہُ اَنْ یَتَمَثَّلَ لَہُ الرِّجَالُ قِیَاماً فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہُ مِنَ النَّارِ))

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جس کو اس بات سے مسرت ہو کہ لوگ اس کے سامنے تصویروں کی مانند کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔'' (ترمذی)

یعنی جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ لوگ اس کے سامنے باادب ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے رہیں، نہ ہلیں جُلیں، نہ ادھر اُدھر دیکھیں اور نہ بولیں چالیں، بلکہ بت بنے ہوئے کھڑے رہیں، وہ دوزخی ہے۔ کیونکہ وہ الوہیت کا دعویدار ہے کہ جو تعظیم اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے وہی اپنے لئے چاہتا ہے۔ نماز میں نمازی ہاتھ باندھ کر چپ چاپ ادھر اُدھر دیکھے بغیر کھڑے ہوتے ہیں اور قیام اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ معلوم ہوا کہ کسی کے سامنے ادب و تعظیم کی غرض سے کھڑا ہونا ناجائز اور شرک ہے۔

بتوں اور تھانوں کی پوجا شرک ہے

((اَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَاتَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِیْ بِالْمُشْرِکِیْنَ وَحَتّٰی تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِیْ الْاَوْثَانَ))۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

”قیامت نہیں آئے گی جب تک میری امت کے قبیلے مشرکوں میں نہ جاملیں اور بت پرستی اختیار نہ کرلیں۔“ (ترمذی)

بت دوطرح کے ہوتے ہیں۔ کسی کے نام کی تصویر یا مورتی بنا کر اس کو پوجا جائے اس کو عربی میں صنم کہا جاتا ہے۔ کسی جگہ، یا درخت، یا پتھر، یا لکڑی، یا کاغذ کو کسی کے نام کا مقرر کر کے پوجا جائے اس کو وثن کہا جاتا ہے۔ قبر، چلہ، لحد، چھڑی، تعزیہ، علم، شدّہ [1]۔ امام قاسم اور شیخ عبدالقادر کی مہندی۔ امام کا چبوترہ اور استاد و مشائخ کے بیٹھنے کی جگہیں یہ سب وثن میں داخل ہیں۔ اسی طرح شہید کے نام طاق، نشان اور توپ جس پر بکرا چڑھایا جاتا ہے اور اسی طرح بعض مکانات بیماریوں کے نام سے مشہور ہیں۔ مثلاً سیتلا، مسانی، بھوانی، کالی، کالکا اور براہی [2] وغیرہ کی طرف بعض مقامات منسوب ہیں یہ سب وثن

---

[1] وہ جھنڈا جو شہدائے کربلا کی یاد میں تعزیوں کے ساتھ نکالتے ہیں۔

[2] یہ ہندوؤں کی مختلف دیویاں ہیں۔ سیتلا: چیچک کی دیوی، چیچک نکل آنے پر رفع مرض کے لئے اس دیوی کی پوجا کی جاتی ہے۔

مسانی: ہندوؤں کے عقیدے کے مطابق سیتلا کی سات بہنیں تھیں۔ جن میں سے ایک کا نام مسانی تھا۔ اسے کھسرہ یا چھوٹی بہن کی دیوی سمجھا جاتا تھا۔ بھوانی، کالی اور کالکا بھی ہندوؤں کی مختلف دیویاں ہیں۔

براہی: ہندوؤں میں بیماریوں کی ایک دیوی کا نام ہے جس کی پوجا کی جاتی ہے تا کہ بیماریاں رفع ہو جائیں۔

ممکن ہے کسی شخص کے دل میں سوال پیدا ہو کہ شاہ شہید رحمہ اللہ نے ہندوؤں کی رسموں کا ذکر کیوں کیا؟ جواب یہ ہے کہ یہ رسمیں ہندوؤں کی پیروی میں جابجا مسلمانوں نے بھی اختیار کر لی تھیں۔ جیسا کہ آگے چل کر خود تحریر فرمایا ہے۔

ہیں۔صنم اور وثن دونوں کی پرستش سے شرک ثابت ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے خبر دی کہ قیامت کے قریب مسلمانوں کا شرک اسی قسم کا ہوگا۔ برخلاف دوسرے مشرکوں کے جیسے ہندو یا عرب کے مشرک کہ اکثر مورتوں کو مانتے ہیں، یہ دونوں قسم کے لوگ مشرک ہیں اور اللہ کے اور رسول کے دشمن ہیں۔

ذبح لغیر اللہ لعنت کا باعث ہے

((اَخْـرَجَ مُسْـلِـمٌ عَـنْ اَبِـىْ الـطُّـفَيْلِ اَنَّ عَلِيّاً رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَخْرَجَ صَحِيْفَةً فِيْهَا: لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ))

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کتاب نکالی جس میں یہ حدیث تھی کہ ’’جس نے جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔‘‘ (مسلم)

یعنی جو شخص اللہ کے سوا کسی مخلوق کے نام کا جانور ذبح کرے وہ ملعون ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک کاپی میں رسول اللہ ﷺ کی کئی حدیثیں لکھ رکھی تھیں، ان میں یہ حدیث بھی تھی۔ معلوم ہوا کہ جانور اللہ ہی کا نام لے کر ذبح کرنے سے حلال ہوتا ہے۔ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا شرک ہے اور جانور بھی حرام ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ جانور بھی حرام ہوتا ہے جو غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا جائے، خواہ اس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

قرب قیامت کی علامتیں

((اَخْـرَجَ مُسْـلِمٌ عَنْ عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ

اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَا يَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتّٰى يُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزّٰى، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنْ كُنْتُ لَاَظُنُّ حِيْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ:﴿ هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ اَنَّ ذٰلِكَ تَامٌّ. قَالَ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ مِنْ ذٰلِكَ مَاشَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ رِيْحًاطَيِّبَةً فَتَوَفّٰى كُلَّ مَنْ كَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ، فَيَبْقٰى مَنْ لَّا خَيْرَ فِيْهِ ، فَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى دِيْنِ آبَآئِهِمْ))

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ دن رات ختم نہ ہوں گے جب تک لات وعزیٰ کو دوبارہ نہ پوجا جائے گا، میں نے کہا: یارسول اللہ! جب اللہ پاک نے یہ آیت (اسی نے اپنا رسول ہدایت اور برحق دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرکوں کو برا معلوم ہو) اتاری تھی تو میرا گمان غالب یہی تھا کہ آخر تک دین یوں ہی رہے گا، فرمایا: ''جب تک اللہ پاک کو منظور ہوگا دین اسی حالت پر رہے گا، پھر اللہ پاک ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا، وہ ہر اس شخص کو فوت کردے گی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا، پھر برے ہی لوگ رہ جائیں گے اور اپنے باپ دادا کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔'' (مسلم)

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سورہ براءت (توبہ) والی اس آیت سے یہ سمجھا کہ اسلام کا غلبہ قیامت تک رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غلبہ اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا، پھر اللہ پاک ایک پاکیزہ ہوا چلائے گا جس سے سب نیک

لوگ جن کے دلوں میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا' ختم ہو جائیں گے، اور بے دین باقی رہ جائیں گے، نہ ان کے دلوں میں رسول کی عظمت ہوگی، نہ دین کا شوق ہوگا۔ باپ دادا کی رسموں پر لپکیں گے جو جاہل اور مشرک گزرے ہیں، پھر جو مشرکوں کی راہ اختیار کرے گا لامحالہ مشرک ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ آخری زمانے میں پرانا شرک بھی پھیل جائے گا، آج مسلمانوں میں پرانا اور نیا ہر قسم کا شرک موجود ہے، آپ کی پیشین گوئی صادق آرہی ہے، مثلاً مسلمان نبی، ولی، امام، شہید وغیرہ کے ساتھ شرکیہ معاملات کررہے ہیں، اسی طرح قدیم شرک بھی پھیل رہا ہے، کافروں کے بتوں کو مانتے ہیں اور ان کی رسموں پر چل رہے ہیں، مثلاً پنڈت سے تقدیر کا حال پوچھنا، بری فال لینا، ساعت ماننا، سیتلا اور مسانی کو پوجنا، ہنومان، نونا چماری[1] اور کلوا پیر کو پکارنا، ہولی، دیوالی، نوروز اور مہرجان[2] کے تہواروں کو منانا، قمر درعقرب[3] اور تحت الشعاع کو ماننا۔ یہ ساری رسمیں ہندوؤں اور مشرکوں کی ہیں جو مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں شرک کا دروازہ اس طرح کھلے گا کہ وہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر باپ دادا کی رسموں کے تابع ہو جائیں گے۔

تھان پوجا بدترین لوگوں کا کام ہے

((اَخْـرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ:

---

[1] ''لونا'' یا ''نونا چماری'' بنگال کی مشہور جادوگرنی تھی۔

[2] نوروز اور مہرجان پارسیوں کی عیدیں ہیں۔

[3] چاند کا برج عقرب میں داخل ہونا منحوس سمجھا جاتا تھا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ فَيَطْلُبُهُ فَيُهلِكُهُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيْحاً بَارِدَةً مِنْ قِبَلِ الشَّامِ فَلَا يَبْقَى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ اِيْمَانٍ اِلَّا قَبَضَتْهُ فَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ فِيْ خِفَّةِ الطَّيْرِ وَ اَحْلَامِ السِّبَاعِ لَايَعْرِفُوْنَ مَعْرُوْفاً وَلَا يُنْكِرُوْنَ مُنْكَراً فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُوْلُ اَلَا تَسْتَحْيُوْنَ فَيَقُوْلُوْنَ فَمَاذَا تَاْمُرُنَا فَيَاْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ دَارٌ رِزْقُهُمْ حَسَنٌ عَيْشُهُمْ))۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جب دجال کا ظہور ہو گا اللہ تعالیٰ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو مبعوث فرمائے گا، آپ علیہ السلام اس کو تلاش کر کے مار ڈالیں گے، پھر اللہ پاک شام کی جانب سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا، روئے زمین پر جس کے دل میں رائی بھر بھی ایمان ہو گا اس کو وہ فوت کر دے گی، پھر برے لوگ پرندوں کی طرح بے عقل اور درندوں کی طرح پھاڑ کھانے والے[1] رہ جائیں گے نہ اچھی بات کو اچھا سمجھیں گے اور نہ بری بات کو برا، پھر انسانی روپ میں ان کے پاس شیطان آ کر کہے گا تمہیں شرم نہیں آتی؟ یہ پوچھیں گے کہ آپ کا کیا ارشاد ہے وہ انہیں بت پرستی کا حکم دے گا کہ تھانوں کو

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ''فی خفۃ الطیر واحلام السباع'' کا ترجمہ کیا ہے: ''سبکی میں پرندے اور گرانی میں درندے'' اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ لوگ فسق و فساد پھیلانے اور نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے میں پرندوں کی طرح تیز رفتار اور سبک ہوں گے۔ اور ظلم و خوں ریزی میں درندوں کی طرح گراں اور متمکن۔

پوجو، وہ انہیں کاموں میں مگن ہوں گے اور انہیں رزق فراوانی سے مل رہا ہوگا اور زندگی آرام سے گزر رہی ہوگی۔ [1](مسلم)

یعنی آخری زمانے میں ایمان دار ختم ہو جائیں گے بے ایمان اور بے وقوف رہ جائیں گے جو دوسروں کا مال ہڑپ کر جائیں اور ذرا نہ شرمائیں اور ان سے بھلائی برائی کی تمیز جاتی رہے گی۔ پھر شیطان بزرگ کی شکل میں آ کر انہیں سمجھائے گا کہ دیکھو بے دینی بڑی بری بات ہے دیندار بنو، آخر اس کے کہنے سننے سے دین کا شوق پیدا ہوگا مگر قرآن وحدیث پر نہیں چلیں گے بلکہ اپنی عقل سے دینی باتیں تراشیں گے اور شرک میں گرفتار ہو جائیں گے، مگر اس حالت میں ان کی روزی میں اور فراخی ہوگی اور زندگی بڑے چین اور آرام سے گزر رہی ہوگی۔ وہ سمجھیں گے کہ ہماری راہ درست ہے، اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہے، جب ہی تو ہماری حالت سنور گئی، آخر کار اور شرک میں ڈوبیں گے کہ جوں جوں رسموں کو مانتے ہیں ہماری مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اس لئے مسلمان کو اللہ سے ڈرنا چاہئے کہ وہ کبھی ڈھیل دے کر پکڑتا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان شرک میں مبتلا ہوتا ہے اور غیر اللہ سے مرادیں مانگتا ہے، لیکن اللہ پاک اس پر حجت تمام کرنے کے لئے اس کی مرادیں بر لاتا ہے، لیکن وہ یہ خیال کر بیٹھتا ہے کہ میں سچی راہ پر ہوں، غیر اللہ کا ماننا صحیح ہے ورنہ مرادیں پوری نہ ہوتیں، لہٰذا مرادوں کے ملنے پر بھروسہ مت کرو اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا سچا دین یعنی توحید نہ چھوڑو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کتنا ہی ڈھیٹ بن جائے، کتنے ہی

---

[1] شاہ اسماعیل رحمہ اللہ نے حدیث کی عربی عبارت کے کچھ حصے طوالت کی وجہ سے چھوڑ دیے ہیں۔ مکمل حدیث کے لیے دیکھیے: مسلم، حدیث نمبر: (7381)

گناہوں میں ڈوب جائے، سرتاپا بے حیا بن جائے، پرایا مال ڈکار جانے میں عار نہ سمجھے، اور برائی اور بھلائی میں تمیز نہ کرے مگر پھر بھی شرک کرنے سے اور غیر اللہ کو ماننے سے بہتر ہے، کیونکہ شیطان وہ باتیں چھڑا کر یہ باتیں سکھاتا ہے۔[1]

بتوں کا طواف

((اَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَضْطَرِبَ اَلْیَاتُ نِسَاءِ دَوْسٍ حَوْلَ ذِیْ الْخَلْصَۃِ))۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''قیامت نہیں آئے گی جب تک ذوالخلصہ (بت) کے اردگرد دوس کی عورتوں کے سرین نہ ہلیں گے (جب تک وہ اس کا طواف نہ کریں گی)۔'' (بخاری و مسلم)

عرب میں ایک قوم تھی جس کو دوس کہا جاتا تھا، جاہلیت میں ان کا ایک بت تھا جس کو ذوالخلصہ کہا جاتا تھا، عہد رسالت میں اس کو توڑ دیا گیا تھا، آپ ﷺ نے پیشین گوئی کی کہ قیامت کے قریب لوگ پھر اس بت کو ماننے لگیں گے اور دوس کی عورتیں اس کا طواف کریں گی۔ آپ ﷺ کو ان کے سرین ہلتے ہوئے نظر آئے۔ معلوم ہوا کہ بیت اللہ کے علاوہ کسی اور گھر کا طواف کرنا شرک اور کافرانہ رسم ہے۔

---

[1] اس عبارت سے مقصود یہ ہے کہ شرک کی انتہائی برائی واضح ہوجائے۔ یہ مقصود نہیں کہ شرک سے احتراز کرنے کے ساتھ گناہ کرنے میں مضائقہ نہیں۔

ساتواں باب

رسم ورواج میں شرک کی حرمت

اس باب میں ان آیات واحادیث کا بیان ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح انسان دنیوی کاموں میں طرح طرح سے اللہ کی تعظیم بجالاتا ہے ایسا معاملہ غیراللہ سے نہ کیا جائے۔

شیطان کی وسوسہ اندازی

﴿اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ اِلَّآ اِنٰثاً وَّاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰناً مَّرِیْداً ☆ لَعَنَہُ اللّٰہُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْباً مَّفْرُوْضاً ☆ وَّ لَاُضِلَّنَّھُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّھُمْ وَلَاٰمُرَنَّھُمْ فَلَیُبَتِّکُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّھُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰہِ وَمَنْ یَّتَّخِذِ الشَّیْطٰنَ وَلِیّاً مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَاناً مُّبِیْناً ☆ یَعِدُھُمْ وَیُمَنِّیْھِمْ وَمَا یَعِدُھُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْراً ☆ اُوْلٰٓئِكَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَلَا یَجِدُوْنَ عَنْھَا مَحِیْصاً﴾

''یہ مشرک اللہ کو چھوڑ کر عورتوں کو پکارتے ہیں، بلکہ سرکش شیطان ہی کو پکارتے ہیں جس پر اللہ نے پھٹکار ڈال دی ہے۔اس نے کہہ رکھا ہے کہ میں تیرے بندوں سے ایک مقرر حصہ الگ رکھوں گا، میں انہیں گمراہ کئے بغیر نہ رہوں گا، میں انہیں ضرور آرزومند رکھوں گا اور انہیں ضرور حکم دوں گا تو وہ جانوروں کے کان کاٹ ڈالیں

گے اور انہیں حکم دوں گا تو اللہ کی بنائی شکل کو بدل ڈالیں گے، جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے وہ زبردست گھاٹے میں پڑ گیا۔شیطان ان سے وعدہ کرتا ہے اور امیدیں بندھاتا ہے۔ شیطان ان سے وعدہ کر کے محض دھوکہ کر رہا ہے، انہی لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے جہاں سے وہ رہائی نہ پاسکیں گے۔''(النساء:۱۱۷-۱۲۱)

یعنی جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں وہ اپنے خیال میں عورتوں کے پجاری ہیں۔کوئی تو حضرت بی بی کو،کوئی بی بی آسیہ کو،کوئی بی بی اُتاوَلی کو،کوئی لال پری کو،کوئی سیاہ پری کو،کوئی سیتلا کو، کوئی مسانی کو اور کوئی کالی کو پوجتا ہے۔ یہ محض خیالات ہیں ورنہ ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ نہ کوئی عورت نہ کوئی مرد۔محض خیال خام اور شیطانی وسوسہ ہے۔جس کو معبود بنالیا ہے اور یہ جو بولتا ہے اور کبھی کوئی تماشہ بھی دکھا دیتا ہے' شیطان ہے۔

ان مشرکوں کی تمام عبادتیں شیطان کے لئے ہو رہی ہیں، یہ اپنے خیال میں نذر و نیاز عورتوں کو دیتے ہیں مگر درحقیقت شیطان لے لیتا ہے۔انہیں ان باتوں سے نہ دینی فائدہ ہے اور نہ دنیوی، کیونکہ شیطان راندہ درگاہ ہے،اس سے دینی فائدہ تو ہونے سے رہا کیونکہ یہ انسان کا دشمن بھلا کیسے اس کا بھلا چاہے گا؟ یہ تو اللہ تعالیٰ کے سامنے کہہ چکا ہے کہ میں تیرے بہت سے بندوں کو اپنا بندہ بنالوں گا۔ان کی عقلیں ایسی ماروں گا کہ اپنے خیالات ہی کو ماننے لگیں گے۔میرے نام کے جانور مقرر کریں گے جن پر میری نیاز کا نشان ہوگا، مثلاً: اس کا کان چیر ڈالیں گے، یا کاٹ ڈالیں گے، یا اس کے گلے میں کمر بند ڈال دیں گے، ماتھے پر مہندی لگا دیں گے،منہ پر سہرا باندھ دیں گے،منہ کے اندر پیسہ رکھ دیں گے۔ بہرحال وہ علامت جو یہ بتائے کہ یہ جانور فلاں کی نیاز کا ہے' اسی میں داخل ہے۔شیطان یہ

بھی کہہ آیا ہے کہ میرے اثر سے لوگ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شکل کو بگاڑ ڈالیں گے۔کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھ لے گا، کوئی کسی کے نام پر ناک یا کان چھدوالے گا، کوئی داڑھی منڈوائے گا، کوئی چار ابروصاف کر کے فقیری کا اظہار کرے گا، یہ سب شیطانی باتیں ہیں اور اسلام کے خلاف ہیں۔ پھر جس نے اللہ جیسے کریم کو چھوڑ کر شیطان جیسے دشمن کی راہ اختیار کی اس نے صریح دھوکہ کھایا۔ کیونکہ اول تو شیطان دشمن ہے دوسرے اس میں بجز وسوسے ڈالنے کے اور کوئی قدرت بھی نہیں۔ جھوٹے سچے وعدوں سے انسان کو وقتی طور پر بہلا دیتا ہے کہ فلاں کو مانو گے تو یہ ہوگا اور فلاں کو مانو گے تو یہ ہوگا اور لمبی لمبی آرزوئیں دلاتا ہے کہ اگر اتنے پیسے ہوں تو ایسا باغ تیار ہو جائے گا خوبصورت محل بن جائے گا، چونکہ یہ امیدیں پوری ہوتی نہیں اس لئے انسان گھبرا کر اللہ تعالیٰ کو بھول کر غیروں کی طرف دوڑنے لگتا ہے اور ہوتا وہی ہے جو مقدر میں ہے۔ کسی کے ماننے یا نہ ماننے سے کچھ نہیں ہوتا۔ یہ تو محض ایک شیطانی وسوسہ اور اس کا مکر وفریب ہے، ان باتوں کا انجام یہ ہوتا ہے کہ انسان شرک میں گرفتار ہو کر جہنمی بن جاتا ہے اور شیطانی جال میں اس بری طرح سے پھنس جاتا ہے کہ لاکھ ہاتھ پاؤں مارے مگر رہائی نصیب نہیں ہوتی۔

اولاد کے سلسلے میں شرک کی رسمیں

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلاً خَفِیْفاً فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحاً لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ☆ فَلَمَّآ اٰتٰهُمَا صَالِحاً جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَآ اٰتٰهُمَا فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ﴾

”اس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی تا کہ اس سے چین پائے، پھر جب اس نے اس سے ہم بستری کر لی تو اس کو حمل رہ گیا، وہ اسے لے کر چلتی پھرتی رہی، پھر جب بھاری ہوگئی تو دونوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ اگر تو ہمیں نیک اولاد دے گا تو ہم تیرے شکر گزار ہونگے، پھر جب اس نے ان کو نیک بچہ دیا تو اس بچے میں اللہ کے شریک بنانے لگے۔ان کے شرک سے اللہ بلند و برتر ہے۔“ (الاعراف:۱۸۹-۱۹۰)

یعنی شروع میں بھی اللہ ہی نے انسان کو بنایا۔ اسے بیوی دی اور دونوں میں محبت پیدا کی ۔ پھر جب اولاد کی امید ہوئی تو دونوں اللہ سے دعائیں مانگنے لگے کہ اگر صحیح سالم اور تندرست بچہ پیدا ہو جائے تو ہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بہت ہی احسان مانیں گے، پھر جب حسب خواہش بچہ پیدا ہو گیا تو غیر اللہ کو ماننے لگے۔اور ان کی نذر و نیاز کرنے لگے۔کوئی بچہ کو کسی قبر پر لے گیا۔کوئی تھان پر۔کسی نے کسی کے نام کی چوٹی رکھ لی۔کسی نے بدھی پہنا دی اور کسی نے بیڑی ڈال دی [1] ۔کسی نے کسی کا فقیر بنا دیا اور نام بھی رکھے تو شرکیہ، جیسے نبی بخش، علی بخش، پیر بخش، سیتلا بخش، گنگا بخش، جمنا داس وغیرہ۔ اللہ تو ان نیازوں سے بے پرواہ ہے مگر ان نادانوں کا ایمان جاتا رہتا ہے۔

---

[1] منت کا ڈورا یا زنجیر۔جب منت کا وقت پورا ہو جاتا ہے۔تو نذر و نیاز کے بعد بیڑی اتارتے ہیں۔ اصطلاح میں اسے ”بیڑی بڑھانا“ کہتے ہیں۔

کھیتی باڑی میں شرک کی رسمیں

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْباً فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾

''اور مشرک ان چیزوں میں سے جو اللہ نے پیدا کی ہیں یعنی کھیتی اور جانوروں میں ایک حصہ مقرر کر چکے ہیں اور اپنے خیال میں کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا۔ پھر جو ان کے شریکوں کا ہے وہ اللہ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ کا ہے وہ ان کے شرکاء کو مل جاتا ہے، یہ جو فیصلہ کر رہے ہیں بُرا ہے۔(الانعام:۱۳۷)

یعنی تمام غلے اور جانور اللہ ہی نے پیدا کئے ہیں، پھر مشرک جس طرح ان میں سے اللہ تعالیٰ کی نیاز نکالتے ہیں اسی طرح غیر اللہ کی بھی نیاز نکالتے ہیں، جبکہ غیر اللہ کی نیاز میں جو ادب واحترام بجالاتے ہیں، وہ اللہ کی نیاز میں نہیں بجالاتے۔

چوپایوں میں شرک کی رسمیں

﴿وَقَالُوْا هٰذِهٖ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَ اَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾

''کہتے ہیں کہ یہ جانور اور کھیتی اچھوتی ہے، اسے کوئی نہ کھائے علاوہ اس کے جسے ہم چاہیں۔(محض اپنے خیال سے) بعض جانوروں کی سواری منع ہے اور بعض

جانوروں پر اللہ کا نام نہیں لیتے۔ یہ سب اللہ پر بہتان ہے، وہ ان کے بہتان کی جلدی سزا دے گا۔'' (الانعام:۱۳۹)

یعنی لوگ محض اپنے خیال سے کہہ دیتے ہیں کہ فلاں چیز اچھوتی ہے اس کو فلاں شخص کھا سکتا ہے، بعض جانوروں کو لادتے نہیں اور سواری بھی نہیں کرنے دیتے کہ یہ فلاں کی نیاز کا جانور ہے، اس کا ادب کرنا چاہئے اور بعض جانوروں کو غیر اللہ کے نام پر نامزد کر دیتے ہیں کہ ان کاموں سے اللہ خوش ہوگا اور مرادیں برلائے گا، مگر ان کے یہ خیالات وافعال جھوٹے ہیں جن کی وہ ضرور سزا پائیں گے۔

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

''اللہ نے نہ بحیرہ کو، نہ سائبہ کو، نہ وصیلہ کو اور نہ حامی کو جائز قرار دیا، لیکن کافر جھوٹی باتیں اللہ کے ذمہ لگاتے ہیں اور اکثر ناسمجھ ہیں۔'' (المائدہ:۱۰۳)

جو جانور کسی کے نام کا نامزد کر دیا جاتا تو اس کا کان چیر دیا جاتا، اس کو بحیرہ کہتے تھے سانڈھ کو سائبہ کہا جاتا تھا۔ جس جانور کے بارے میں یہ منت مانی جائے کہ اس کا بچہ نر پیدا ہوا تو اس کو نیاز میں دے دیا جائے گا، پھر اس کے نر اور مادہ دونوں بچے پیدا ہوتے تو نر کو بھی نیاز میں نہ دیتے، ان دونوں بچوں کو وصیلہ کہا جاتا تھا اور جس جانور سے دس بچے پیدا ہو جاتے تھے اس پر سوار ہونا اور لادنا چھوڑ دیتے تھے، اس کو حامی کہا جاتا تھا۔ فرمایا یہ باتیں شرعی نہیں ہیں رسمی ہیں۔ معلوم ہوا کہ کسی جانور کو کسی کے نام کا ٹھہرا دینا اور اس پر علامت لگا دینا اور یہ مقرر کرنا کہ فلاں کی نیاز گائے، فلاں کی نیاز بکری اور فلاں کی مرغی ہی ہوتی ہے،

یہ سب جاہلانہ رسمیں ہیں اور شریعت مطہرہ کے خلاف ہیں۔

حلال وحرام میں اللہ پر افترا

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾

''جھوٹ نہ کہو جس کو تمہاری زبانیں بیان کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تا کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو۔ یقین مانو جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح کو نہیں پہنچتے۔'' (النحل:۱۱۶)

یعنی اپنی طرف سے حلال وحرام مقرر نہ کرو، یہ اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے اور اس طرح کہنے سے اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ یہ خیال کرنا کہ اگر فلاں کام اس طرح کیا جائے گا تو ٹھیک ہو جائے گا ورنہ اس میں گڑ بڑ ہو جائے گی' غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ کر انسان کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔ معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ کہ محرم میں پان نہ کھایا جائے، لال کپڑے نہ پہنے جائیں، حضرت بی بی کی صحنک مرد نہ کھائیں۔ ان کی نیاز میں فلاں فلاں ترکاریوں کا ہونا ضروری ہے۔ مسی بھی ہو، حنا بھی ہو۔ اس کو لونڈی، پہلے خاوند کی وفات یا طلاق کے بعد دوسرا نکاح کر لینے والی عورت، نیچ قوم اور بدکار نہ کھائے۔ شاہ عبدالحق صاحب کا تحفہ حلوہ ہی ہے، اس کو احتیاط سے بناؤ اور حقہ پینے والے کو نہ کھلاؤ۔ شاہ مدار کی نیاز مالیدہ ہی ہے۔ بوعلی قلندر کی نیاز سویاں اور اصحاب کہف کی گوشت روٹی ہے۔ شادی کے موقعہ پر فلاں فلاں، موت وغمی کے موقعہ پر فلاں فلاں رسموں کا انجام دینا ضروری ہے۔ شوہر کی موت کے بعد نہ شادی کرو، نہ شادی میں بیٹھو، نہ اچار ڈالو۔ فلاں آدمی نیلا کپڑا اور

فلاں سرخ کپڑا نہ پہنے، یہ سب باتیں شرک ہیں۔ مشرک اللہ کی شان میں اپنا دخل دیتے ہیں اور اپنی الگ شریعت گھڑ رہے ہیں۔

ستاروں میں تاثیر ماننا شرک ہے

((اَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُھَنِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ صَلاَۃَ الصُّبْحِ بِالْحُدَیْبِیَۃِ عَلٰی أَثَرِ سَمَآءٍ کَانَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ ھَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوْا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰہِ وَرَحْمَتِہٖ فَذٰلِکَ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ بِالْکَوَاکِبُ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا وَکَذَا فَذٰلِکَ کَافِرٌ بِیْ وَمُؤْمِنٌ بِالْکَوَاکِبِ))

زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حدیبیہ میں رات کی بارش کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے، فرمایا کہ اس نے کہا: میرے بندوں نے صبح کی کچھ تو مومن تھے اور کچھ کافر تھے، جس نے کہا اللہ کے فضل سے اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی' وہ مجھ پر ایمان لایا اور تاروں کے ساتھ کفر کیا اور جس نے کہا کہ فلاں فلاں تارے [1] سے بارش ہوئی' اس نے میرے ساتھ کفر کیا

[1] ''بنوء'' کا ترجمہ اردو میں ''نچھتر'' کیا جاتا ہے۔ یعنی طالع، نصیبہ، برج، منزل۔ بنوء کذا سے مراد=

اورتاروں پرایمان لایا۔'' (بخاری ومسلم)

یعنی جو شخص کائنات میں مخلوق کی تاثیر سمجھتا ہے اسے حق تعالیٰ اپنے منکروں میں شمار فرماتا ہے کہ وہ ستارہ پرست ہے، اور جو یہ کہتا ہے کہ سارا کارخانہ اللہ کے حکم سے چل رہا ہے وہ اس کا مقبول بندہ ہے، ستارہ پرست نہیں۔ معلوم ہوا کہ نیک و بد ساعتوں کے ماننے، اچھی بری تاریخوں کے یا دن کے پوچھنے اور نجومی کی بات پر یقین کرنے سے شرک کا در کھلتا ہے کیونکہ ان سب کا تعلق نجوم سے ہے اور نجوم کا ماننا ستارہ پرستوں کا کام ہے۔

نجومی، ساحر اور کاہن کافر ہیں

((وَاَخْـرَجَ رَزِیْـنٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنِ اقْتَبَسَ بَاباً مِّنْ عِلْمِ النُّجُوْمِ لِغَیْرِ مَا ذَکَرَ اللّٰہُ فَقَدِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ الْمُنَجِّمُ کَاھِنٌ وَالْکَاھِنُ سَاحِرٌ وَالسَّاحِرُ کَافِرٌ))

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے علم نجوم کا کوئی مسئلہ سیکھا بغیر ایسی صورت کے جو اللہ نے بیان کی ہے، تو اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا۔ نجومی کاہن ہے اور کاہن جادوگر ہے۔ اور جادوگر

= بتاثیر منازل قمر۔ اصطلاح میں پچھتر سے مراد ستارے یا منازل قمر ہیں جو رات دن گردش میں رہتی ہیں اور ہر ساعت کے لئے ان کے آثار و خواص جداگانہ مقرر ہیں۔ انہیں کو دیکھ کر سعد و نحس کا حکم لگایا جاتا ہے۔ جو کہ سراسر غلط ہے۔

کافر ہے۔(رزین) [1]

یعنی قرآن پاک میں تاروں کا بیان ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت معلوم ہوتی ہے، ان سے آسمان کی خوبصورتی ہے اور ان سے شیطان کو مار مار کر بھگایا جاتا ہے۔[2] یہ بیان نہیں ہے کہ انہیں کارخانہ قدرت میں دخل ہے۔ دنیا کی بھلائی برائی انہیں کے اثرات ہیں۔اب اگر کوئی تاروں کے پہلے فوائد چھوڑ کر یہ کہے کہ انہیں کی تاثیرات عالم میں کارفرما ہیں اور غیب کا دعویٰ کرے۔جس طرح جاہلیت میں جنوں سے پوچھ پوچھ کر کاہن غیب کی باتیں بیان کیا کرتے تھے، اسی طرح نجومی تاروں سے معلوم کر کے بتاتے ہیں۔ گویا کاہن، نجومی، رمال، جفّار سب کی ایک ہی راہ ہے۔کاہن جادوگروں کی طرح جنوں سے دوستی گانٹھتا ہے اور جنوں سے دوستی ان کو مانے بغیر پیدا نہیں ہوتی، جب ان کو پکارا جائے اور بھوگ دیا جائے تو دوستی پیدا ہوتی ہے، لہٰذا یہ کفر وشرک کی باتیں ہیں۔اللہ پاک مسلمانوں کو شرک سے محفوظ رکھے۔آمین

نجوم اور رمل پر اعتقاد کا گناہ

((اَخْـرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ حَفْصَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا قَالتَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

---

[1] رزین بن معاویہ رحمہ اللہ ائمہ محدثین میں سے ہیں۔اپنی کتاب میں صحاح ستہ کے علاوہ بھی احادیث لائے ہیں۔چھٹی صدی ہجری میں وفات پائی۔کتاب کا نام ''التجر ید فی الجمع بین الصحاح''

[2] قرآن مجید میں ستاروں کے تین فائدے بیان ہوئے ہیں۔آسمان کی خوبصورتی، شیطانوں کو مار بھگانا اور بحر وبر میں مسافروں کی رہنمائی۔

ﷺ مَنْ اَتٰی عَرَّافاً فَسَاَلَهُ عَنْ شَیْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلاَۃُ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً))

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''جوخبریں بتانے والے کے پاس آیا اوراس سے کچھ پوچھا تو اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوگی۔'' (مسلم)

یعنی جوشخص غیب کی باتیں بتانے کا دعویدار ہے اگراس سے کسی نے جا کر کچھ پوچھ لیا تو اس کی چالیس دن تک عبادت قبول نہیں رہی کیونکہ اس نے شرک کیا اور شرک عبادتوں کا نور مٹا دیتا ہے۔ نجومی، رمّال، جفّار، فال کھولنے والے، نامہ نکالنے والے اور کشف والے سب عرّاف میں داخل ہیں۔

شگون اور فال کفر کی رسمیں ہیں

((اَخْرَجَ اَبُوْدَاوٗدَ عَنْ قَطْنِ بْنِ قَبِیْصَۃَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اَلْعِیَافَۃُ وَالطَّرْقُ وَالطِّیَرَۃُ مِنَ الْجِبْتِ))

حضرت قبیصہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ: ''شگون لینے کے لئے جانور اُڑانا، فال نکالنے کے لئے کچھ ڈالنا اور بدشگونی [1] کفر میں سے ہے۔'' (ابوداود)

---

[1] العیافہ: پرند یا ہرن کو چھوڑتے، اگر وہ دائیں طرف جائے تو مبارک خیال کرتے اگر بائیں طرف جائے تو منحوس سمجھتے اور کام سے رک جاتے۔ ''تطیر'' کا بھی یہی مطلب ہے۔ طرق: کنکری مارتے یا ریت پر خط کھینچتے تھے اور اس سے نیک و بدشگون لیتے تھے۔

((اَخْـرَجَ اَبُـودَاودَ عَـنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ الطِّيَرَةُ شِرْكٌ))

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''شگون لینا شرک ہے، شگون لینا شرک ہے، شگون لینا شرک ہے۔'' (ابوداود)

عرب میں شگون لینے کا بہت رواج تھا اور ان کا شگون پر بڑا اعتقاد تھا، اس لیے آپ ﷺ نے کئی بار فرمایا کہ یہ شرک ہے تاکہ لوگ باز آجائیں۔

((اَخْـرَجَ اَبُـوْدَاوُدَ عَـنْ سَـعْـدِ بْـنِ مَالِكٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰـهِ ﷺ قَـالَ: لَا هَامَةَ وَلَاعَدْوَى وَلَاطِيْرَةَ وَاِنْ تَكُنْ فِىْ شَىْءٍ فَفِىْ الدَّارِ وَالْفَرْسِ وَالْمَرْأَةِ))

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''نہ الّو ہے، نہ کسی کا کسی کو مرض لگتا ہے اور نہ کسی چیز میں نحوست ہے اور اگر نحوست ہوتی تو عورت، گھوڑے اور گھر میں ہوتی۔'' (ابوداود)

عرب کا عقیدہ تھا کہ جس مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے اس کی کھوپڑی سے الّو نکل کر فریاد کرتا پھرتا ہے، اس کو ہامہ کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے۔ معلوم ہوا کہ تناسخ بھی قطعی بے بنیاد ہے۔ عرب میں بعض بیماریوں کے جیسے کھجلی، کوڑھ وغیرہ کے متعلق یہ خیال تھا کہ ایک دوسرے کو لگ جاتے ہیں۔ فرمایا یہ بات بھی غلط ہے۔ معلوم ہوا کہ لوگوں میں جو یہ بات عام طور پر مروّج ہے کہ چیچک والے سے پرہیز کرتے ہیں اور بچوں کو اس کے پاس نہیں جانے دیتے، یہ کفر کی رسم ہے اس کو نہ ماننا چاہئے۔ (یعنی یہ عقیدہ

نہیں رکھنا چاہئے کہ فلاں شخص کی بیماری ہمیں خود بخود، بغیر اللہ کے حکم کے لگ جائے گی کیونکہ بیماریاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے لگتی ہیں، ہاں طبی نقطہ نگاہ سے احتیاط کرنے میں کوئی حرج نہیں)۔

لوگوں میں یہ بات بھی مشہور ہے کہ فلاں کام' فلاں کو نامبارک ہے، راس نہیں آیا؛ یہ بھی غلط ہے۔ فرمایا کہ اگر اس بات کا کچھ اثر ہے تو تین ہی چیزوں میں ہے: گھر، گھوڑا اور عورت۔[1] یہ چیزیں کبھی نامبارک ثابت ہوتی ہیں مگر ان کی نامبارکی معلوم کرنے کی کوئی راہ نہیں بتائی گئی۔ یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ شیر دہاں گھر' [2] ستارہ پیشانی گھوڑا اور کل جبھی عورت نحس ہوتی ہے' بے سند بات ہے۔ مسلمانوں کو ان باتوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ اگر نیا مکان یا گھوڑا خریدا جائے، یا عورت سے شادی کی جائے تو اللہ ہی سے اس کی بھلائی مانگیں اور اسی سے اس کی برائی سے پناہ مانگیں، باقی اور چیزوں میں یہ خیال نہ کریں کہ فلاں کام راس آیا اور فلاں نہیں آیا۔

((وَاَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَاعَدْوٰی وَ لَا هَامَةَ وَلَاصَفَرَ))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] دوسری جگہ اس کی وضاحت یوں فرمائی: گھر وہ برا یا منحوس ہے جس کے ہمسائے برے ہوں۔ عورت وہ منحوس یا بری ہے جو درشت مزاج اور بداخلاق ہو۔ گھوڑا وہ رکھنے کے قابل نہیں جو شوری اور اڑیل ہو۔

[2] جو مکان آگے سے کھلا اور عقب سے چھوٹا ہو، اسے شیر دہاں کہتے ہیں، ہندی اسے منحوس خیال کرتے تھے.

”نہ چھوت چھات ہے، نہ الّو ہے اور نہ صفر ہے۔“ (بخاری)

عرب والے جوع الکلب کے مریض کے متعلق یہ خیال کیا کرتے تھے کہ اس کے پیٹ میں کوئی بلا گھسی ہوئی ہے جو غذا چٹ کر جاتی ہے، اسی لئے اس غریب کا پیٹ نہیں بھرتا، اس بھوت کا نام ”صفر“ مشہور تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ محض واہمہ ہے بھوت وغیرہ کچھ نہیں۔ معلوم ہوا کہ بیماریاں بلا کے اثرات سے نہیں ہوتیں۔ بعض لوگ بعض بیماریوں کو بلا کا اثر خیال کرتے ہیں جیسے سیتلا، مسانی، براہی [1] وغیرہ مگر یہ بات غلط ہے۔ جاہلیت میں ماہ صفر کو نحس خیال کرتے تھے اور اس میں کوئی کام نہیں کرتے تھے، یہ بھی غلط ہے۔ معلوم ہوا کہ صفر کے تیرہ دنوں کو نحس سمجھنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ ان میں بلائیں اترتی ہیں، اسی وجہ سے ان کا نام بھی تیرہ تیزی رکھا گیا ہے کہ انکی تیزی سے کام بگڑ جاتے ہیں، غلط ہے۔ اسی طرح کسی چیز کو، یا تاریخ کو، یا دن کو، یا ساعت کو نحس سمجھنا سب شرک کی باتیں ہیں۔

((اَخْرَجَ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَخَذَ بِیَدِ مَجْذُوْمٍ فَوَضَعَهَا مَعَهُ فِی الْقَصْعَةِ فَقَالَ كُلْ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَتَوَكُّلًا عَلَیْهِ))

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کوڑھی کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ پیالہ میں رکھ کر فرمایا: ”اللہ پر اعتماد اور بھروسہ کر کے کھاؤ۔“

(ابن ماجہ)

---

[1] براہی ہندوؤں میں بیماریوں کی ایک دیوی کا نام ہے جس کی پوجا کی جاتی ہے تا کہ بیماریاں دور ہو جائیں۔

یعنی ہمارا اعتماد وتوکل اللہ پر ہے، وہ جسے چاہے بیمار کردے اور جسے چاہے تندرست کردے۔ ہم کسی کے ساتھ کھانے سے پرہیز نہیں کرتے اور بیماری کے لگ جانے کو نہیں مانتے۔

اللہ تعالیٰ کو سفارشی نہ بناؤ

((اَخْرَجَ اَبُوداوٗدَ عَنْ جُبَیْرِبْنِ مُطْعِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْه قَالَ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ جُهِدَتِ الْاَنْفُسُ وَجَاعَ الْعِیَالُ وَهَلَکَتِ الْاَمْوَالُ فَاسْتَسْقِ اللّٰهَ لَنَا فَاِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَی اللّٰهِ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَیْكَ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ سُبْحَانَ اللّٰهِ! سُبْحَانَ اللّٰهِ! فَمَا زَالَ یُسَبِّحُ حَتّٰی عُرِفَ ذٰلِكَ فِیْ وُجُوْهِ اَصْحَابِهٖ ثُمَّ قَالَ: وَیْحَكَ اِنَّهٗ لَایُسْتَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلٰی اَحَدٍ، شَاْنُ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ ، وَیْحَكَ اَتَدْرِیْ مَا اللّٰهُ؟ اِنَّ عَرْشَهٗ عَلٰی سَمٰوَاتِهٖ هٰکَذَا وَقَالَ بِاَصَابِعِهٖ مِثْلُ الْقُبَّةِ عَلَیْهِ وَاِنَّهٗ لَیَئِطُّ بِهٖ اَطِیْطَ الرَّحْلِ بِالرَّاکِبِ))۔

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دیہاتی نے آکر کہا لوگ مشقت میں پڑگئے، بچے بھوک سے بلبلا رہے ہیں، جانور ہلاک ہوگئے۔ آپ ﷺ ہمارے لئے اللہ سے بارش کی دعا مانگیں۔ ہم اللہ کے پاس آپ کو شفیع بنانا چاہتے ہیں۔ اور آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کو۔ فرمایا: سبحان اللہ! سبحان اللہ! یعنی اللہ نرالا ہے۔ آپ اتنی دیر تک اللہ کی پاکی بیان کرتے رہے کہ صحابہ کے چہروں پر اس کا اثر محسوس ہونے لگا۔ پھر فرمایا: نادان! اللہ پاک کسی سے سفارش نہیں کرتا، اس کی شان اس سے بلند وبرتر ہے، نادان! جانتا ہے اللہ کیا ہے؟

اس کا عرش اس کے آسمانوں پر اس طرح ہے اور انگلیوں سے گنبد کی طرح بتایا، اس کی وجہ سے وہ (عرش) چر چرا رہا ہے۔ جس طرح اونٹ کی کاٹھی سوار کے بوجھ سے چر چراتی ہے۔'' (ابوداود)

یعنی ایک دفعہ عرب میں قحط پڑ گیا، بارش بند ہوگئی۔ ایک دیہاتی نے آپ ﷺ کے پاس آ کر لوگوں کی حالت زار بیان کی اور آپ سے دعا کو کہا اور یہ بھی کہا کہ ہم آپ کی سفارش اللہ کے پاس چاہتے ہیں اور اللہ کی سفارش آپ کے پاس چاہتے ہیں۔ یہ بات سن کر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رعب اور خوف سے کانپنے لگے اور آپ ﷺ کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے کلمات آ گئے، حاضرین مجلس کے چہروں پر اللہ تعالیٰ کی عظمت سے تغیر کے آثار پیدا ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ نے اس دیہاتی کو سمجھایا کہ اختیار تو مالک ہی کا ہے، اگر مالک سفارش کی وجہ سے کام کر دے تو اس کی مہربانی ہے۔ جب یہ کہا گیا کہ ہم اللہ کو پیغمبر کے پاس سفارشی بنا کر لائے تو گویا مالک ومختار پیغمبر کو بنا دیا گیا، حالانکہ یہ شان اللہ تعالیٰ کی ہے۔ آئندہ اس قسم کا کلمہ زبان سے نہ نکالنا۔ اللہ تعالیٰ کی شان بہت ہی بڑی ہے، تمام ہی انبیاء اور اولیاء اس کے سامنے ایک ذرّہ سے بھی کمتر ہیں۔ تمام آسمانوں اور زمین کو اس کا عرش ایک گنبد کی طرح گھیرے ہوئے ہے۔ عرش باوجودیکہ اتنا بڑا ہے مگر پھر بھی اس شہنشاہ کی عظمت کو نہیں سنبھال سکتا اور چر چرا رہا ہے، مخلوق کے تصور میں اس کی عظمت نہیں آ سکتی اور اس کی عظمت کو اپنے خیالات سے ادا بھی نہیں کر سکتا۔ اس کے کام میں دخل دینا اور اس کی عظیم سلطنت میں ہاتھ ڈالنا تو درکنار، وہ شہنشاہ بلا فوج اور لشکر کے اور بلا وزیر ومشیر کے ایک آن میں کروڑ ہا کام

کر دیتا ہے، بھلا وہ کسی کے پاس آ کر سفارش کیوں کرے؟ اور کون اس کے سامنے مختار بن سکتا ہے؟ سبحان اللہ! تمام انسانوں میں سب سے افضل انسان' محبوب الٰہی' احمد مجتبیٰ رسول اللہ ﷺ کی تو یہ حالت کہ ایک دیہاتی کے منہ سے ایک نامعقول بات نکل گئی تو آپ ﷺ کے دہشت کے مارے ہوش اُڑ گئے اور آپ عرش تا فرش اللہ کی جو عظمت بھری ہوئی ہے اس کا بیان کرنے لگے۔ پھر ان لوگوں کو کیا کہا جائے جو اس سے بھائی بندی کا سا یا دوستی کا سا رشتہ سمجھ رہے ہیں اور بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے رہتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے میں نے رب کو ایک کوڑی میں خریدا ! کوئی کہتا ہے میں رب سے دو برس بڑا ہوں! کوئی کہتا ہے میرا رب میرے پیر کی صورت کے علاوہ اور صورت میں ظاہر ہو تو میں کبھی اسے نہ دیکھوں! اور کسی نے یہ شعر کہا ہے:

دل از مہر محمد ریش دارم　　　رقابت با خدائے خویش دارم

میرا دل محمد ﷺ کی محبت سے زخمی ہے، میں اپنے رب سے رقابت رکھتا ہوں! اور کسی نے کہا۔

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

یعنی: رب کے ساتھ دیوانہ محمد ﷺ کے ساتھ ہوشیار رہ۔

کوئی حقیقت محمد یہ کو حقیقت الوہیت سے افضل بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ، اللہ تعالیٰ کی پناہ، ان مسلمانوں کو کیا ہو گیا۔ قرآن پاک کے ہوتے ہوئے ان کی عقلوں پر پتھر کیوں پڑ گئے؟! یہ گمراہیاں۔ اللھم احفظنا، اللھم احفظنا. آمین

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

از خدا خواہیم توفیق ادب　　　　　بے ادب گشت از فضل رب

ہم اللہ سے ادب کی توفیق مانگتے ہیں۔ بے ادب رب کے فضل سے محروم رہ جاتا ہے۔

لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے جس میں یہ کلمہ پڑھا جاتا ہے: یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ۔ یعنی اے شیخ اللہ کے واسطے ہماری مراد پوری کرو۔ یہ شرک ہے اور کھلا شرک ہے[1] اللہ پاک مسلمانوں کو اس سے بچائے، آمین۔ ایسا لفظ منہ سے نہ نکالو جس سے شرک ٹپکتا ہو یا بے ادبی کا پہلو نکلتا ہو۔ حق تعالیٰ کی یہ بہت بڑی شان ہے۔ وہ باکمال و بے زوال شہنشاہ ہے۔ ایک نکتہ میں پکڑ لینا اور ایک بات میں بخش دینا اسی کا کام ہے۔ یہ کہنا سراسر بے ادبی ہے کہ بظاہر بے ادبی کا لفظ استعمال کیا ہے اور اس سے کوئی دور کے معنی مراد ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پہیلیوں سے بالاتر ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے کسی بزرگ سے ٹھٹھا کرنے لگے تو اسے کتنا برا سمجھا جائے گا؟ ہنسی مذاق کی باتیں تو بے تکلف دوستوں سے ہوتی ہیں، باپ اور بادشاہ سے نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پیارے نام

((اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَرَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اَحَبَّ اَسْمَآءِ کُمْ عَبْدُ اللّٰہِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ))

---

[1] حدیث رسول کی رو سے دعا سے پہلے اور دعا کے آخر میں درود شریف پڑھنا دعا کے قبول ہونے کا سبب ہے۔ کسی کے طفیل کا وسیلہ پکڑنا فضیلت والے تین زمانوں اور ائمہ اربعہ سے صحیح طریقہ سے ثابت نہیں، لہذا اس سے بھی بچنا چاہیے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:
''تمہارے بہت ہی پیارے نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔'' (مسلم)

اللہ کا بندہ یا رحمٰن کا بندہ کتنا پیارا نام ہے انہیں ناموں میں عبدالقدوس ، عبدالجلیل ، عبدالخالق ، الٰہی بخش ، اللہ دیا ، اللہ داد وغیرہ داخل ہیں جن میں اللہ کی طرف نسبت ظاہر ہوتی ہے۔

اللہ کے نام کے ساتھ کنیت نہ رکھو

((اَخْرَجَ اَبُودَاودَ وَالنَّسَائِیُّ عَنْ شُرَیْحِ بْنِ هَانِیءٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ لَمَّا وَفَدَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ مَعَ قَوْمِهٖ سَمِعَهُمْ یُكَنُّوْنَهٗ بِاَبِیْ الْحَكَمِ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَكَمُ وَ اِلَیْهِ الْحُكْمُ فَلِمَ تُكَنّٰی اَبَا الْحَكَمِ))

حضرت ہانی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں اپنی قوم کے وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے ان سے سنا کہ مجھے میرے ساتھی ابوالحکم کہہ کر آواز دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا کہ حکم (فیصلہ کرنے والا) اللہ ہی ہے۔ حکم اسی کا ہے۔ تمہاری کنیت ابوالحکم کیوں رکھی گئی ہے۔ (ابوداود، نسائی)

یعنی ہر فیصلہ کا چکا دینا اور جھگڑے کا مٹا دینا اللہ ہی کی شان ہے، جس کا ظہور آخرت میں ہوگا کہ وہاں اگلے پچھلے سارے جھگڑے طے ہو جائیں گے، ایسی کسی مخلوق میں طاقت نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ جو لفظ اللہ ہی کی شان کے لائق ہے اسے کسی غیر کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔ مثلاً شہنشاہ اللہ تعالیٰ ہی کو کہا جائے ، سارے جہاں کا رب ہے جو چاہے کر

ڈالے۔ یہ جملہ اللہ تعالیٰ ہی کی شان میں بولا جاسکتا ہے۔اسی طرح معبود، بڑا دانا، بے پرواہ، وغیرہ الفاظ اللہ تعالیٰ ہی کی شان کے لائق ہیں۔

صرف ماشاء اللہ کہو

((اَخْرَجَ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ عَنْ حُذَیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ :لَا تَقُوْلُوْا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَشَآءَ مُحَمَّدٌ، وَقُوْلُوْا: مَا شَآءَ اللّٰهُ وَحْدَهُ))

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: یوں نہ کہو: جو اللہ اور محمد ﷺ چاہیں، بلکہ یوں کہو: جو اکیلا اللہ چاہے۔(شرح السنہ)

یعنی شان الوہیت میں کسی مخلوق کا دخل نہیں، خواہ کتنا ہی بڑا اور کیسا ہی مقرب کیوں نہ ہو، مثلاً: یہ نہ کہا جائے کہ اللہ اور رسول چاہے گا تو کام ہو جائے گا، کیونکہ دنیا کا سارا کاروبار اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ یا اگر کوئی شخص پوچھے کہ فلاں کے دل میں کیا ہے؟ یا فلاں کی شادی کب ہوگی؟ یا فلاں درخت پر کتنے پتے ہیں؟ یا آسمان میں کتنے تارے ہیں؟ تو اس کے جواب میں یوں نہ کہے کہ: اللہ اور رسول ہی جانیں۔ کیونکہ غیب کی بات کی اللہ ہی کو خبر ہے، رسول کو خبر نہیں۔ اگر دینی باتوں میں یوں کہہ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اللہ نے اپنے رسول کو دین کی ہر بات بتادی ہے اور لوگوں کو اپنے رسول کی فرمانبرداری کا حکم ہے۔

غیر اللہ کی قسم شرک ہے

((اَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ

رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ مَنْ حَلَفَ بِغَیْرِ اللّٰہِ فَقَدْ اَشْرَکَ))

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا فرمارہے تھے: ''جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔'' (ترمذی)

((اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَاتَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِیْ وَلَابِاٰبَآئِکُمْ))

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''بتوں کی قسمیں نہ کھاؤ، اور نہ باپوں کی قسمیں کھاؤ۔'' (مسلم)

((اَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنِ ابْنِ عُمَرَرَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ یَنْھَاکُمْ اَنْ تَحْلِفُوْا بِاٰبَآئِکُمْ مَنْ کَانَ حَالِفاً فَلْیَحْلِفْ بِاللّٰہِ اَوْلِیَصْمُتْ))

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اللہ پاک تم کو باپ دادا کی قسمیں کھانے سے منع فرماتا ہے، جو شخص قسم کھائے تو اللہ کی کھائے ورنہ خاموش رہے۔'' (بخاری ومسلم)

((اَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِیْ حَلِفِہٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰی فَلْیَقُلْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے (سبقت لسانی کے طور پر) لات وعزیٰ کی قسم کھائی، اسے لا الہ الا اللہ کہہ لینا چاہئے۔'' (بخاری ومسلم)

زمانہ جاہلیت میں بتوں کی قسمیں کھائی جاتی تھیں۔اسلام میں اگر کسی مسلمان کے منہ سے عادت کے مطابق غیر شعوری طور پر بتوں کی قسم نکل جائے تو فوراً لا إله إلا الله پڑھ کر توحید کا اقرار کرلیں۔معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی چیز کی قسم نہ کھائی جائے،اگر غیر شعوری طور پر غیر اللہ کی قسم زبان سے نکل جائے تو فوراً توبہ کی جائے۔مشرکوں میں جن کی قسمیں کھائی جاتی ہیں ان کی قسم کھانے سے ایمان میں خلل آتا ہے۔

نذروں کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا فیصلہ

((اَخْرَجَ اَبُوْدَاودَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ ضَحَّاكٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَنْحَرَ اِبِلاً بِبُوَانَةَ فَاَتَى رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ فَاَخْبَرَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هَلْ كَانَ فِيْهَا وَثَنٌ مِنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوْا لَا هَل كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِنْ اَعْيَادِهِمْ قَالُوْا لَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَوْفِ بِنَذْرِكَ فَاِنَّهُ لَاوَفَاءَ لِنَذْرٍ فِیْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ))

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے عہد رسالت میں یہ نذر مانی کہ بوانہ[1] جاکر اونٹ نحر (ذبح) کروں گا۔پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر آپ کو اپنی نذر کی خبر کی۔فرمایا:''جاہلیت کے تھانوں میں سے کوئی تھان تو وہاں نہیں تھا؟''صحابہ نے کہا:نہیں۔فرمایا:''وہاں کوئی تہوار تو نہیں منایا جاتا تھا؟'' بولے:نہیں۔فرمایا:''اپنی نذر کو پورا کر کیوں کہ اس نذر کو پورا کرنا منع ہے جس میں

---

[1] ایک جگہ کا نام ہے۔

اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو؟''(ابوداود)

معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی اور کی منت ماننا گناہ ہے، ایسی منت کو پورا نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ یہ بات خود گناہ ہے، پھر اسے پورا کرنا اور گناہ پر گناہ ہوگا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جگہ غیر اللہ کے نام پر جانور چڑھائے جاتے ہوں، یا غیر اللہ کی پوجا پاٹ ہوتی ہو، یا جمع ہو کر شرک کیا جاتا ہو وہاں اللہ کے نام کا بھی جانور نہ لے جایا جائے اور ان میں شرکت نہیں کرنی چاہیے، خواہ اچھی نیت ہو یا بری کیونکہ ان میں شرکت خود مستقل بری بات ہے۔

اللہ کو سجدہ اور پیغمبر علیہ السلام کی تعظیم

((اَخْـرَجَ اَحْـمَـدُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهَ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ فِيْ نَـفَـرٍ مِّـنَ الْـمُـهَـاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ، فَجَآءَ بَعِيْرٌ، فَسَجَدَ لَهٗ، فَقَالَ اَصْحَابُهٗ: يَـارَسُـوْلَ الـلّٰـهِ! يَسْجُدُ لَكَ الْبَهَآئِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَسْجُدَ لَكَ، فَقَالَ: اعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَاَكْرِمُوْا اَخَاكُمْ))۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین و انصار کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ ایک اونٹ نے آ کر آپ کو سجدہ کیا، صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ ﷺ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔ ان سے زیادہ تو ہمارا حق ہے کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔ فرمایا: ''اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔''(مسند احمد)

یعنی تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، جو بہت بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے، اس کی

بڑے بھائی کی سی تعظیم کرو۔ باقی سب کا مالک اللہ ہے، عبادت اسی کی کرنی چاہیے۔ معلوم ہوا کہ جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں، خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء ہوں، وہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں، مگر حق تعالیٰ نے انہیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہوئے، ہمیں ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے کیونکہ ہم چھوٹے ہیں، لہٰذا ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرو اور انہیں الٰہ نہ بناؤ۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض بزرگوں کی تعظیم درخت اور جانور بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض درگاہوں پر شیر، بعض پر ہاتھی اور بعض پر بھیڑیے حاضر ہوتے ہیں لیکن انسانوں کو ان کی ریس نہیں کرنی چاہیے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی تعظیم کرسکتا ہے، اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا، مثلاً: قبروں پر مجاور بن کر رہنا شرع شریف میں نہیں ہے، اس لئے ہرگز مجاور نہ بنا جائے گو اس قبر پر دن رات شیر بیٹھا رہتا ہو کیونکہ آدمی کو جانور کی نقل کرنا مناسب نہیں ہے۔

((اَخْرَجَ اَبُوْدَاوٗدَ عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَقُلْتُ: لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَحَقُّ اَنْ يُسْجَدَ لَهٗ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْتُ اِنِّيْ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّهُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ اَنْ نَّسْجُدَ لَكَ فَقَالَ لِيْ اَرَاَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِيْ اَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهٗ؟ فَقُلْتُ: لَا، فَقَالَ: لَاتَفْعَلُوْا))۔

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں شہر حیرہ میں گیا، میں نے وہاں کے لوگوں کو اپنے راجہ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ میں نے دل میں کہا بلاشبہ رسول اللہ ﷺ سجدہ کئے جانے کے زیادہ حقدار ہیں، چنانچہ میں نے آپ ﷺ کے پاس آ کر کہا: میں نے

حیرہ میں لوگوں کو راجہ کو سجدہ کرتے دیکھا۔ آپ ﷺ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں، فرمایا: بھلا بتا تو سہی کہ اگر تو میری قبر پر گزرے تو کیا اس پر سجدہ کرے گا؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: یہ کام بھی نہ کرو۔'' (ابوداود)

یعنی ایک نہ ایک دن میں فوت ہو کر آغوشِ لحد میں جا سوؤں گا[1] پھر میں سجدہ کے لائق نہ ہوں گا۔ سجدہ کے لائق تو وہ پاک ذات ہے جو لازوال ہے۔ معلوم ہوا کہ سجدہ نہ زندہ کو روا ہے اور نہ مردہ کو۔ اور نہ کسی قبر کو روا ہے اور نہ کسی تھان کو۔ کیونکہ زندہ ایک دن مرنے والا ہے اور مرا ہوا بھی کبھی زندہ تھا اور بشر تھا۔ پھر مر کر الٰہ نہیں ہوا، بندہ ہی ہے۔

کسی کو اپنا بندہ اور بندی کہنا جائز نہیں

((اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَایَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ وَاَمَتِیْ کُلُّکُمْ عَبِیْدُ اللّٰهِ وَکُلُّ نِسَآءِ کُمْ اِمَاءُ اللّٰهِ .وَلَا یَقُلِ الْعَبْدُ لِسَیِّدِهِ مَوْلَائِیْ فَاِنَّ مَوْلَاکُمُ اللّٰهُ))

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''تم میں سے کوئی عبدي وأمتي (میرا بندہ، میری بندی) نہ کہے۔ تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری ساری عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں۔ غلام اپنے سیّد کو اپنا مالک نہ کہے کیونکہ تم سب کا مالک اللہ ہے۔'' (مسلم)

---

[1] انبیاء کرام کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔ حدیث میں ہے (ترجمہ) یعنی ''اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔'' مطلب یہ ہے کہ جس پر موت وارد ہو سکے وہ سجدے کا حق دار نہیں.

معلوم ہوا کہ غلام کو بھی آپس میں ایسی گفتگو سے پرہیز کرنا چاہئے کہ میں فلاں کا بندہ ہوں اور فلاں میرا مالک ہے۔ پھر خواہ مخواہ بندہ بننا عبدالنبی، بندہ علی، بندہ حضور، پرستار خاص، امرد پرست، زن پرست، پیر پرست خود کو کہلوانا اور ہر کسی کو خداوند خدائیگان اور داتا کہہ دینا کس قدر بے جا ہے اور کتنی بڑی گستاخی ہے۔ ذرا ذرا سی بات میں کہنا کہ تم ہماری جان اور مال کے مالک ہو۔ ہم تمہارے بس میں ہیں جو چاہو کرو، یہ سب باتیں محض جھوٹ اور شرک پر مبنی ہیں۔

تعظیم رسول اللہ ﷺ کے متعلق اسوہ حسنہ

((اَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنْ عُمَرَرَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَاتُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْاعَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ))

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''مجھے حد سے مت بڑھانا جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو حد سے بڑھا دیا۔ میں تو محض اس کا بندہ ہی ہوں، تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔'' (بخاری ومسلم)

یعنی حق تعالیٰ نے مجھے جن خوبیوں اور کمالات سے نوازا ہے وہ سب بندہ اور رسول کے کہہ دینے میں آجاتے ہیں کیونکہ بشر کے لئے رسالت سے بڑھ کر اور کیا مرتبہ ہوگا؟ سارے مراتب اس سے نیچے ہیں، مگر بشر رسول بن کر بھی بشر ہی رہتا ہے۔ بندہ ہونا ہی اس کے لئے سبب فخر ہے۔ نبی بن کر بشر میں الوہی شان نہیں آجاتی اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں نہیں مل جاتا، بشر کو بشریت ہی کے مقام پر رکھو۔ عیسائیوں کی طرح نہ بنو کہ انہوں نے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بشریت سے نکال کر جامہ الوہیت پہنا دیا، جس سے یہ لوگ کافر اور مشرک بن گئے اور اللہ تعالیٰ کا قہر و عتاب ان پر نازل ہوا۔ اسی لئے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی امت سے فرمایا کہ عیسائیوں کی سی چال نہ چلنا اور میری تعریف میں حد سے نہ بڑھ جانا کہ اللہ نہ کرے مردود بارگاہ الٰہی ہو جاؤ۔ لیکن ہزار افسوس کہ اس امت کے بے ادبوں نے آپ ﷺ کا کہنا نہیں مانا اور عیسائیوں کی سی چال چلنا شروع کر دی۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے روپ میں ظاہر ہوا تھا، وہ ایک طرح سے انسان ہیں اور ایک طرح سے رب ہیں۔ بعض گستاخوں نے سرکار رسالت کی شان میں بعینہ ایسا ہی کہا ہے:

فی الجملہ ہمیں بود کہ می آمدی رفت ہر قرن کی دیدی

در عاقبت آن شکل عرب دار بر آمد دارائے جہاں شد

یعنی پیغمبروں کے روپ میں ہر زمانے میں رب ہی آتا جاتا رہا، اخیر میں وہ عرب جیسی شکل میں آ کر جہاں کا بادشاہ بن گیا۔

کسی نے کہا:

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل سلمائے حدوث تو دلیلائے قدم را

تا مجمع امکان و وجت نہ نشتند مورد متعین نہ شد اطلاق اعم را

یعنی آپ حادث بھی ہیں اور قدیم بھی، ممکن بھی ہیں اور واجب بھی۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ایسے شرکیہ کلمے بولے جاتے ہیں جو نہ آسمان سے اٹھ سکیں اور نہ زمین سے، اللہ پاک مسلمانوں کو سمجھ دے۔ آمین

بلکہ بعض کذابوں نے ایک حدیث تراش کر خود پیغمبر اسلام علیہ السلام کی طرف منسوب کردی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: أَنَــا أَحْــمَدُ بِلاَ مِيْمٍ [1]۔ میں بلا میم کا احمد ہوں یعنی میں احد ہوں، اسی طرح لوگوں نے ایک لمبی چوڑی عربی عبارت کا نام خطبۃ الافتخار رکھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردیا۔ سبحانك هذا بهتان عظيم (اے رب! تو ہر طرح کے شرک سے پاک ہے، تجھ پر بڑا بھاری بہتان لگایا گیا ہے) یارب! حق کا بول بالا ہو اور جھوٹوں کا منہ کالا ہو۔ آمین

جیسے عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دونوں جہاں کا اختیار ہے، اگر کوئی ان کو مان کر ان سے التجا کرتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ضرورت نہیں، گناہ اس کے ایمان میں خلل نہیں ڈالتا، اس کے حق میں حرام وحلال کا امتیاز اٹھ جاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا سانڈ بن جاتا ہے، جو چاہے کرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخرت میں اس کی سفارش کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑا لیں گے۔ جاہل مسلمان بعینہ یہی عقیدہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کے بارے میں رکھتے ہیں' بلکہ اماموں اور اولیاء کے حق میں بھی ان کا یہی عقیدہ ہے۔ بلکہ ہر پیر اور شیخ کے حق میں ان کا یہی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

((اَخْرَجَ اَبُودَاودَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ انْطَلَقْتُ فِیْ وَفْدِ بَنِیْ عَامِرٍ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْنَا اَنْتَ سَيِّدُنَا فَقَالَ السَّيِّدُ اللّٰهُ فَقُلْنَا وَاَفْضَلُنَا فَضْلاً وَاَعْظَمُنَا طَوْلاً فَقَالَ قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ اَوْ بَعْضِ قَوْلِكُمْ وَلاَ يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ))۔

[1] یہ حدیث یقیناً موضوع ہے۔

حضرت مطرف بن عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنو عامر کے وفد کے ہمراہ میں بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم نے کہا: ''آپ ہمارے سیّد ہیں''، فرمایا: ''سیّد اللہ ہے''، پھر ہم نے کہا: ''آپ ہم میں افضل ہیں اور بڑے ہیں اور زیادہ سخی ہیں''[1] فرمایا: ''ہاں یہ ساری یا بعض بات کہہ سکتے ہو۔ کہیں شیطان تم کو گستاخ نہ بنادے۔'' (ابوداود)

یعنی کسی بزرگ کی شان میں زبان سنبھال کر بات کرنی چاہیے۔ اس کی انسان ہی کی سی تعریف کرو بلکہ اس میں بھی کمی کرو۔ منہ زور گھوڑے کی طرح مت دوڑو، کہیں شان الوہیت میں بے ادبی نہ ہوجائے۔

لفظ ''سیّد'' کے دو معنی

سیّد کے دو معنی ہیں: (۱) خود مختار، مالک کل جو کسی کا محکوم نہ ہو، آپ جو چاہے کرے۔ یہ شان رب تعالیٰ کی ہے، اس معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی سیّد نہیں۔ (۲) پہلے حاکم کا حکم اس کے پاس آئے اور پھر اس کی زبانی دوسروں تک پہنچے، جیسے چوہدری، زمیندار۔ اس معنی کے لحاظ سے ہر نبی اپنی امت کا سردار ہے، ہر امام اپنے ہم عصر لوگوں کا، ہر مجتہد اپنے ماننے والوں کا، ہر بزرگ اپنے عقیدتمندوں کا اور ہر عالم اپنے شاگردوں کا سیّد ہے کہ یہ بڑے بڑے حضرات پہلے حکم پر خود عامل ہوتے ہیں، پھر اپنے چھوٹوں کو سکھاتے پڑھاتے ہیں، اس لحاظ سے ہمارے محبوب نبی ﷺ تمام جہاں کے سیّد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی

---

[1] طولاً یعنی فضل و احسان، جود و سخا میں ہم سے بڑھ کر ہیں۔

نگاہ میں آپ ﷺ کا مرتبہ سب سے بڑا ہے۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ احکام شرعیہ کے پابند تھے، اور اللہ تعالیٰ کا دین سیکھنے میں لوگ آپ ہی کے محتاج ہیں۔ اس معنیٰ کے لحاظ سے آپ کو سارے جہاں کا سردار کہا جاسکتا ہے بلکہ کہنا چاہئے اور پہلے معنیٰ کے لحاظ سے ایک چیونٹی کا سردار بھی آپ ﷺ کو نہ مانا جائے کیونکہ آپ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں تصرف کے مختار نہیں۔

تصویر کے متعلق ارشادات نبوی

((وَاَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْھَا اَنَّھَا اشْتَرَتْ نَمْرَقَةً فِیْھَا تَصَاوِیْرُ، فَلَمَّا رَاٰھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَامَ عَلَی الْبَابِ، فَلَمْ یَدْخُلْ فَعَرَفْتُ فِیْ وَجْھِہِ الْکَرَاھَةَ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَتُوبُ اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی رَسُوْلِہٖ مَاذَا اَذْنَبْتُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : مَابَالُ ھٰذِہِ النَّمْرَقَةِ ؟ قَالَتْ: قُلْتُ: اشْتَرَیْتُھَا لَکَ لِتَقْعُدَ عَلَیْھَا وَتَوَسَّدَھَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ اَصْحَابَ ھٰذِہِ الصُّوَرِ یُعَذَّبُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَیُقَالُ لَھُمْ اَحْیُوْا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ اِنَّ الْبَیْتَ الَّذِیْ فِیْہِ الصُّوَرُ لَاتَدْخُلُہُ المَلَائِکَةُ.))

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک غالیچہ خریدا جس میں تصویریں تھیں، جب اس کو رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو آپ ﷺ دروازے پر ہی کھڑے رہے اندر نہیں آئے۔ فرماتی ہیں: میں نے آپ ﷺ کے چہرے سے کراہت محسوس کی، میں نے کہا: یارسول اللہ! میری توبہ ہے میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ غالیچہ کیسا ہے؟ فرماتی ہیں: میں نے کہا: میں نے اس کو آپ کے لئے

خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور تکیہ بنائیں، فرمایا: ان تصویر والوں پر قیامت کے دن عذاب ہوگا کہ ان سے کہا جائے گا کہ اپنی بنائی ہوئی تصویروں کو زندہ کرو، فرمایا جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں اس میں فرشتے نہیں آتے۔'' (بخاری)

چونکہ اکثر مشرک مورتیاں پوجتے ہیں' اس لئے فرشتوں اور نبیوں کو تصویروں سے گھن آتی ہے' اس لئے فرشتے نہیں آتے۔ تصویر بنانے والوں پر عذاب ہوگا کہ سامان بت پرستی مہیا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ تصویر خواہ پیغمبر کی ہو یا امام کی، ولی کی ہو یا قطب کی، پیر کی ہو یا مرید کی بنانی حرام ہے اور اس کا رکھنا بھی حرام ہے، جو لوگ اپنے بزرگوں کی تصویروں کی تعظیم کرتے ہیں اور بطور تبرک اپنے پاس رکھتے ہیں وہ سراسر گمراہ اور مشرک ہیں۔

پیغمبر اور فرشتے ان سے گھن کرتے ہیں۔ مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہر قسم کی تصویر کو گندہ سمجھ کر اپنے گھر سے دور کردے تاکہ رحمت کے فرشتے بھی اس گھر میں آئیں جائیں اور گھر میں برکت ہو۔

پانچ سخت ترین گناہ

((اَخْـرَجَ الْبَيْهَـقِـيُّ عَـنْ عَبْـدِ الـلّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالَ سَـمِـعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَشَدُّ النَّاسِ عَذَاباً يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ قَتَلَ نَبِيّاً اَوْ قَتَلَهُ نَبِيٌّ اَوْ قَتَلَ اَحَدَ وَالِدَيْهِ وَالْمُصَوِّرُوْنَ وَعَالِمٌ لَّايَنْتَفِعُ بِعِلْمِهٖ.))

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے: ''قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس شخص کو ہوگا جس نے نبی کو یا جس کو نبی نے قتل کیا اور جس نے اپنے باپ کو یا ماں کو قتل کیا

اور تصویریں بنانے والوں کو اور اس عالم کو بھی جو اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھائے۔‘‘
(بیہقی)

یعنی تصویر بنانے والا بھی ان بڑے بڑے گناہ گاروں میں داخل ہے تو جو گناہ قاتلِ پیغمبر کو ہوگا وہی گناہ تصویریں بنانے والوں کو ہوگا۔

((اَخْرَجَ الشَّیْخَانِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ: قَالَ اللّٰهُ: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ یَخْلُقُ کَخَلْقِیْ فَلْیَخْلُقُوْا ذَرَّةً اَوْ لِیَخْلُقُوْا حَبَّةً اَوْ شَعِیْرَةً.))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ: ’’اللہ نے فرمایا ہے: اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو میری طرح پیدا کرنے کی کوشش کرے؟ سو بھلا کہ ایک ذرّہ، یا ایک دانہ، یا ایک جو تو پیدا کر کے دکھائیں۔‘‘ (بخاری و مسلم)

یعنی مصور در پردہ الوہیت کا دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ کے پیدا کرنے کی طرح چیزیں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ یہ بڑا گستاخ اور کذاب ہے، ایک دانہ تک بنانے کی قدرت نہیں، نقل اتارتا ہے۔ نقال ملعون پر اللہ کی لعنت ہے۔

اپنے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد

((وَاَخْرَجَ رَزِیْنٌ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنِّیْ لَا اُرِیْدُ اَنْ تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَنْزِلَتِیَ الَّتِیْ اَنْزَلَنِیْهَا اللّٰهُ تَعَالیٰ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ.))

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے اس مرتبے سے آگے بڑھاؤ جس پر اللہ پاک نے مجھے رکھا ہے میں محمد ہوں' عبداللہ کا بیٹا ہوں' اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں۔'' (رزین)[1]

یعنی جس طرح اور بڑے لوگ اپنی تعریف میں مبالغہ سے خوش ہوتے ہیں' مجھے اپنی

---

[1] اس مضمون کی روایات مسند احمد اور طبرانی وغیرہ میں موجود ہیں۔ مسند احمد کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلاً قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : یَا سَیِّدَنَا وَابْنَ سَیِّدِنَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : یَا اَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ وَلَا یَسْتَهْوِیَنَّكُمُ الشَّیْطَانُ ، اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ، وَاللّٰهِ مَا اُحِبُّ اَنْ تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَا رَفَعَنِیَ اللّٰهُ۔ (البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر ص: ۴۲۰:۴۴)

یعنی ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ ہمارے سردار ہیں اور سردار کے بیٹے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم ایسا کہہ سکتے ہو لیکن خبردار رہنا ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں مبالغہ آرائی میں لے ڈوبے۔ میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کی قسم مجھے یہ بات قطعاً پسند نہیں ہے کہ تم (میری تعریف میں مبالغہ آرائی کرتے ہوئے) مجھے اس مرتبہ سے بھی بلند کر دو جو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔''

طبرانی کی روایت کے لفظ یہ ہیں:

عَنْ حُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَاتَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ حَقِّیْ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اِتَّخَذَنِیْ عَبْداً قَبْلَ اَنْ یَتَّخِذَنِیْ رَسُوْلاً۔ اسنادہ حسن (مجمع الزوائد ج ۹ صفحہ ۲۱)

یعنی حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے میرے مرتبہ سے زیادہ بلند نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول بنانے سے پہلے مجھے اپنا بندہ بنایا ہے۔''

تعریف میں مبالغہ ذرّہ برابر بھی پسند نہیں۔ان لوگوں کو تو مبالغہ کرنے والوں کے دین سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا' خواہ دین رہے یا نہ رہے، لیکن پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام اپنی امت پر بڑے شفیق و مہربان ہیں، آپ ﷺ کو رات دن یہی فکر دامنگیر تھی کہ امت کا دین سنور جائے۔ جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ میرے امتی مجھ سے بڑی محبت کرتے ہیں اور میرے بہت ہی احسان مند ہیں اور یہ بھی معلوم تھا کہ محبّ' محبوب کے خوش کرنے کو آسمان اور زمین کے قلابے ملایا کرتا ہے' ایسا نہ ہو یہ تعریف میں حد سے بڑھ جائیں، جس سے اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی ہو جائے۔ جس سے ان کا دین غارت ہو جائے اور میری ناراضگی بھی واجب ہو جائے۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مبالغہ پسند نہیں۔ میرا نام محمد ﷺ ہے میں خالق یا رازق نہیں، میں عام لوگوں کی طرح اپنے باپ ہی سے پیدا ہوا ہوں اور میرا اشرف بندہ ہونے ہی میں ہے۔البتہ عوام سے میں اس بات میں جدا ہوں کہ میں اللہ کے احکام کو جانتا ہوں، لوگ نہیں جانتے۔ لہٰذا انہیں مجھ سے اللہ کا دین سیکھنا چاہیے۔

اے ہمارے آقا! رحمۃ للعالمین پر رحمت وسلامتی کی بارش فرما، جس طرح آپ ﷺ نے ہم جیسے جاہلوں کو دین سکھانے کے لئے سر توڑ کوششیں کیں' ان کی قدر دانی کرنے والا تو ہی ہے۔ اے بلند و برتر مالک! ہم تیرے عاجز و بے بس بندے ہیں، ہمارے اختیار میں کچھ نہیں۔ جس طرح تو نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے شرک و توحید کا مطلب خوب سمجھایا۔ لا الہ الا اللہ کے تقاضوں سے خوب خبردار کیا اور مشرکوں سے نکال کر موحد و پاک صاف بنایا، اسی طرح اپنے فضل و کرم سے ہمیں بدعت و سنت کے معنی اچھی طرح سمجھا۔ کلمہ محمد رسول اللہ

کے تقاضوں سے آگاہ فرما، اور بدعتیوں اور ملحدوں سے نکال کر ہمیں پاک سنی اور تابعدار حدیث وقرآن بنا۔ آمین ثم آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين .